سوانح عمری

امیر تیمور و حمیدہ بانو بیگم

جسکو

امراؤ مرزا صاحب حیرت دہلوی نے تالیف کیا

بعد دینے حق تالیف

میو پریس دہلی محلہ پیپل مہادیو میں باہتمام
منشی بلاقیداس مالک مطبع

شائع ہوئی

نمبر ۲ سنہ ۱۸۹۸ع

تعداد جلد ...

قیمت ۴؍

سوانح عمری

تیمور یا تمرلنگ ابن امیر طراغان

یہ اولوالعزم شہنشاہ جو سکندر ثانی کہلاتا ہے شہر کش کی پیدائش ہے جو ماوراء النہر کا ایک سرسبز شہر ہے - سمرقند سے بہت ہی قریب ہے - ایک خچر پر آدمی بآرام ایک دو دن میں پہونچ سکتا ہے - ماہ شعبان ۲۵ تاریخ ۷۳۶ھ ہجری میں پیدا ہوا - دنیا مین کسی مہذب اور شائستہ ملک کی ایسی زبان نہیں ہے کہ جس مین اختصار کے طور پر یا تفصیلوار تیمور کے حالات نہ درج ہوں بعض تیز طبع مورخوں نے سکندر اعظم کی فتوحات کا اس سے مقابلہ کیا ہے بعض نے مساوی ٹھیرایا ہے - بعض نے بڑھا دیا ہے اور بعض نے کم درجہ کا ثابت کیا ہے غرض کچھہ ہو چاہے تیمور نے سکندر اعظم سے فتوحات کم ہی کیوں نہ کی ہوں لیکن پھر بھی یہہ شہنشاہ اپنی شجاعت عالی عزمی میں سب سے بڑھا ہوا ہے سکندر کے فوج نے پنجاب سے آگے بڑھنے پر انکار کر دیا تھا مگر کبھی ایسا نہین ہوا کہ اسکی فوج نے کبھی ذرا جی چرایا ہو - سکندر نے کئی برس میں ایک ثلث ہندوستان بھی فتح نہیں کیا تھا مگر یہہ اولوالعزم سلطان اپنے ارادہ کا پورا چھہ مہینے میں ہندوستان پر قبضہ پورا کر کے چلا گیا -

ہمیں یہاں یہ نہیں لکھنا ہے کہ تیمور میں اور سکندر اعظم میں کیا بل تھا صرف یہ لکھنا ہے کہ کہ تیمور نے اپنے زمانہ سلطنت میں کیا کیا اور اسکی طبیعت کی کیا کیفیت تھی - تاریخ تیموری والا (زبان عربی میں) نہایت سختی سے لکھتا ہے اور بڑے گرم گرم الفاظ اسنے اپنی عربیہ تاریخ میں نقل کئے ہیں جن کو ہم بجنسہ درج ذیل کرتے ہین -

وہ لکھتا ہے کہ جب تیمور پیدا ہوا ہے تو اسکی ماں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پرند آسمان کی طرف سے اترا ہے اسکے منہ سے شعلے نکلتے ہیں اور وہ خون برساتا ہے -

چاروں طرف دنیا میں خون ہی خون کے دریا بہ رہے ہیں اور ایک آفت بپا ہے اسکی تعبیر یہ ہوئی کہ حضرتِ تیمور پیدا ہوئے اور اُنھوں نے زمانہ کو زیر وزبر کر ڈالا اور چاروں طرف خون کے دریا بہا دیئے - یہی تاریخ والا لکھتا ہے کہ وہ چور تھا یعنی فقال بعضھم یکون شرطیًا - پھر وہ تحریر کرتا ہے قال قوم بل قصابًا سقاکًا یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ قصائی قتل کرنے والا تھا وکان ھو ابوہ من الفدادین یعنی اس کا باپ چرانے والا تھا ومن طائفتہ اوشاب لا عقل لھم ولا دین یعنی وہ اس گروہ میں تھا کہ جو دین وعقل کو نہیں جانتے اور ان پر دین وعقل کا پرچھاواں تک بھی نہیں پڑتا - وقیل کان من الحشم الجالۃ یعنی بعض کہتے ہیں کہ وہ پیدلوں میں نوکر تھا والاوباش البطالۃ اور وہ اوباش بیہودہ گو تھا وقیل کان ابوہ اسکافًا فقیرًا جدًا یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ یقیناً کفش گر تھا - یوں ہی اُسنے اپنی تاریخ میں بہت سے اقوال نقل کیئے ہیں اور وہ پھر آگے جاکر لکھتا ہے کہ یہ چنگیز خاں کی اولاد میں سے ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کا چنگیز خان سے آزار بندی رشتہ تھا یعنی عورتوں کی طرف سے پھر وہ تحریر کرتا ہے کہ ایک دن اسنے ایک بکری چرائے اور جھاڑیوں میں سے لیکر بھاگا چرواہے نے بھی دیکھکر ایک تیر رسید کیا تیر کھاتے ہی یہ گرا ٹانگ ٹوٹ گئی - اور سلطان حسین کے ہاں قید کیا گیا - مگر یہ ساری باتیں غلط ہیں وجہ یہ ہے کہ کہیں تاریخ سے اسکا پتہ نہیں لگتا - تاریخ تیموری کا مصنف امیر تیمور کا جانی دشمن تھا اسلیئے کہ اسکی گستاخی اور بار بار کی بے ادبی سے امیر نے اسے قتل کا حکم دیا تھا مگر جب یہ فرار ہو گیا تو امیر تیمور نے غصہ میں اس کا گھر جلا دیا - یہ تحقیق ہے کہ تیمور چنگیز خان کی نسل میں سے ہے اور ایک امیرزادہ ہے - گو جب یہ پیدا ہوا ہے تو کسی سلطنت کا مالک نہ تھا لیکن ہاں عظیم الشان سلطان حسین نامی کی فوج کا سپہ سالار تھا - حسین کا دار الخلافہ بلخ میں تھا جو بلاد خراسان میں سے ایک شہر ہے اسکی حکومت اطراف ترکستان میں ماوراء النہر تک پھیلی ہوئی تھی بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ امیر تیمور کا باپ جلادوں میں حسین کے پاس نوکر تھا - مگر تاریخ **یدعی المنتخب** والا لکھتا ہے کہ یہ سلطان حسین کے ہاں اعلیٰ درجہ کا ملازم تھا اور وزرا کی جماعت میں اوسی کا اول نمبر تھا - حسین کی سلطنت میں بغاوت پھیلی تیمور کے لئے اکسیر ہوئی ماوراء النہر میں غدر ہو گیا

تیمور ایک معقول فوج کی سرکردگی مین روانہ کیا گیا اسنے باغیوں کے ٹکڑے اوڑا دیئے
جب باغیوں کے مُلک پر قبضہ کرلیا تو ادھر حسین کا انتقال ہوگیا اس کا بیٹا جوں ہی
تخت پر بیٹھا اسنے تیمور کے نام فوراً پیغام بھیجا کہ حاضر خدمت ہو بھلا کیونکر ممکن
ہوسکتا ہے کہ جب بھُوکھے شیر کے مُنہ میں لقمہ آجائے اور وہ اُسے چھوڑ دے
تیمور نے صاف جواب دیا کہ یہ سلطنت میں نے آپ باغیوں سے چھینی ہے چونکہ
آپ کا کوئی حق نہیں آپ مجھ سے نہیں لے سکتے - کئی بار کی عظیم الشان جنگوں کے
بعد حسین کے لڑکے کو اس اولوالعزم بہادر سپاہی نے شکست دی اور اب نمبروار
ملک اسکے ہاتھ آنے لگے - جب ابھی اسے کچھ عظمت حاصل نہیں تھی تو شیخ زین الدین
الخوافی نے تیمور کو صلاح دی کہ تم چل کر حضرت شمس الدین سے برکت حاصل کرو
یہ اپنے نئے مصاحبین کے ہمراہ شیخ موصوف کے پاس گیا اور خاموش کھڑا رہا -
شمس الدین نے ایک نظر اُٹھا کر دیکھا اور کہا کہ تیرے ہاتھ سے بہت سے مُلک زیر و زبر
ہوں گے اور تو بندگان خدا کی خونریزی کریگا -

ایک مورخ کا قول ہے کہ امیر تیمور نے حسین اپنے آقا کو قتل کرکے اسکی سلطنت پر قبضہ کرلیا
تھا اور یہ واقعہ ۷۷۱ھ ہجری میں وقوع ہوا تیمور کے مصاحب جو اول نمبر کے چالاک
دوربین اور چلتے پرزے تھے ان کے نام تاریخ تیموری والے نے لکھے ہیں مثلاً عباس
جہان شاہ - قماری - سلیمان شاہ - جاکو - سیف الدین - یوں ہی پورے چالیس
آدمی تھے جو ہر طرح کی تدبیر اور چال میں ایک ایک سے زیادہ تھا - یہ موقع پر ہر ہر قسم کے
کام دیتے تھے - کوئی مخبر بنجاتا تھا اور کوئی تاجر کوئی سپاہی کوئی سائیس کوئی فقیر
سینکڑوں صورتیں بدل لیتی ان کے آگے کوئی بات ہی نہ تھی اور یہ وہ لوگ تھے
کہ جو امیر تیمور کے ساتھ کے کھیلتے ہوئے تھے - جب امیر تیمور بچہ تھا تو اپنے ان دوستوں
سے جو آیندہ اسکے وزیر ہوئے یہ کہا کرتا تھا اگر میں کبھی سلطان ہوگیا تو تم میرے
وزیر ہوگے یہ اقرار کرلیتے تھے کہ ہم تمہارے ضرور وزیر بنیں گے مگر تھوڑے دیر کے
بعد پھر چانٹا چٹول اُڑنے لگتی اور یہ بات مضحکہ میں اُڑ جاتی تھی -

ان وزیروں نے جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں تیمور کا وفاداری اور جان نثاری سے ساتھ
دیا اور ہر جگہ اسکی ترقی پر جان لڑا دی جب تیمور نے اپنی برہنہ تلوار پہلے پہلے ماوراء النہر

پر دراز کی ہے تو یہ چالیسوں وزیر جن میں سے چار کا نام اوپر درج کیا گیا ہے اس کے بہت کام آئے تھے۔ تیمور خود بھی زبردست اور مستقل ارادہ کا شخص تھا خوب سوچ سمجھکر ایک ایک کام کیا کرتا تھا اور جب ماوراء النہر کی فتح میں اسنے خوب مردانگی دکھائی اور اپنے ہمعصر بادشاہوں پر یہ ثابت کر دیا کہ ایک چوتھائی دنیا پر قبضہ کرنے کی قابلیت فطرت نے مجھے عطا کی ہے۔ ماوراء النہر میں تیمور نے خوب قتل و غارت کی لاکھوں کو قتل کر ڈالا اور صدہا گھروں کو بقول تاریخ تیموری جڑ سے اوکھیڑ کر پھینک دیا۔ جب یہ شہر پورے قبضہ میں آچکے تو جیحوں سے اُتر کر خراسان کے ممالک کی طرف رُخ کیا پہلے توجہ اسکی سجستان کی طرف ہوئی جس کا پہلے فتح کر لینا اسکے لئے ضرور تھا۔ ماخان میں ایک بہت بڑی خونریزی ہوئی اور ایک عظیم الشان جنگ سے سارا جنگل سُرخ ہو گیا غرض یہ سب طرف سے فارغ ہو گیا تو ہندوستان کی متقناطیسی ہوائیں فطرتی طور پر تیمور کا دل اپنی طرف کھینچنے لگیں تیمور چونکہ تُرک تھا اسلئے وہ اپنا حق سمجھتا تھا کہ میں ہندوستان فتح کروں وہ کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھے اسلئے پیدا کیا ہے کہ میں دنیا کی شوکت اور عظمت کا مالک تُرکی کو بنا دوں۔ ہندوستان کی دولت جسکا جسکا تعلق کسری ہر اس سے تیمور کے مُنہ میں بھی پانی بھر آیا اور وہ ایک عظیم الشان لشکر سے ہند پر حملہ آور ہوا۔

الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند صفحہ ۹۴ میں تحریر کرتے ہیں کہ گو تیمور کی فتوحات کی وسعت کچھ کم نہ تھی مگر چنگیز خاں کے برابر اسکی فتوحات نے ہاتھ پیر نہیں پھیلائے۔ پھر بھی جس بیجگری سے اسنے فتوحات کی ہیں وہ سکندر کی فتحوں سے زیادہ سخت ہیں۔ تیمور اگرچہ پیدائشی ایک تُرک تھا اور مہذب مُلک میں پیدا ہوا تھا جہاں اسکا خاندان پوری دو صدی سے بستا تھا لیکن پھر بھی جنگ میں اسکا مزاج بڑا خونخوار اور وحشیانہ تھا۔ لاکھوں کو دم بھر میں قتل کر ڈالنا اور ہزاروں گھروں کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ دینا یہ اسکے بائیں ہاتھ کا داؤں تھا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ اگر تیمور ان ملکوں کو جنپر وہ اپنا قبضہ کر لیتا تھا اپنے ہی قبضہ میں رہنے دیتا تو بیشک اسکی سلطنت عجیب و غریب وسیع ہو جاتی لیکن اسکا قاعدہ تھا کہ ادھر شہر کو فتح کیا اور ادھر پھر اُسکا کچھ خیال نہ کیا اسی سبب سے یہ ہوا کہ جب اسکے جانشین ہوئے ہیں تو ان کے قبضہ میں بہت ہی کم مُلک آئے اور وہ چھوٹے چھوٹے صوبوں کے حکمراں رہے۔

پہلے اس سے کہ وہ اپنی عنان توجہ ہندوستان کی طرف پھیرے اسنے مفصلہ ذیل ملک جلد
جلد فتح کرلئے تھے۔ فارس۔ ٹرنیسوزنیا۔ تاتاری۔ جارجیا۔ میسوپوتیمیا۔ روس کے کل حصے
سائبیریا یہ ملک بظاہر سخت معلوم ہوئے تھے لیکن جب تیمور کی تلوار چمکی تو بہت جلد ان
ممالک میں تیموری فتح کا جھنڈا فراٹے بھرنے لگا۔ تیمور نے جب ہند پر حملہ کیا ہی تو سیاہ
پوش کافروں کے ممالک کو زیر وزبر کرتا ہوا انڈس پر آیا تھا۔ اسکی کیفیت کتاب پرائس
جلد ۳ صفحہ ۲۱۹ میں بخوبی درج ہے۔ سیاہ پوش کافروں کے ممالک کو فتح کرکے
وہ امیر اخوند کی طرف بڑھا اس پہاڑی سلطنت کا بھی جلتا ہوا چراغ تیمور کی تیز فوجی
ہوا سے بجھ گیا۔ پیر محمد نبیرۂ امیر تیمور پسر جلال الدین میراں شاہ (ایک حبش سے
تھا) سلیمان پہاڑوں میں افغانوں کو شکست دیکر راہ اٹک سے انڈس کو عبور
کرتا ہوا ملتان پر آدھمکا اور فوراً اس کا محاصرہ کرلیا (یہ واقعہ یعنی حملہ تیموری ۱۳۹۸ء
مطابق ۸۰۰ھ ہجری میں ہوا) چھ مہینے تک پیر محمد محاصرہ کئے رہا۔ اس عرصہ میں
تیمور کابل کی راہ سے ہندوکش سے گذر کر اس شہر کو ماہ اگست میں چھوڑ اور پھر
سیدھا ہریوب اور بنوں ہوتا ہوا دین کوٹ (جو انڈس پر آباد ہے) پھر آیا۔
انڈس سے یہ سرکنڈے اور بانسوں کا پل باندھکر گذرا اور بدسیس میں ہوکر سفر کیا۔
اور یہاں تولمبا میں پہونچا تولمبا سے اسنے بہت کچھ ڈنڈ چاہا مگر اسقدر نہو سکا اسلئے
تیمور کی فوج نے تمام تولمبا کے باشندوں کو قتل کر ڈالا اور انہیں نہایت بیرحمی سے
مارا۔ لطف یہ ہی کہ بغیر تیمور کے حکم کے قتل ہوا۔ اس عرصہ میں میر محمد نے محاصرہ سے
ملتان فتح کرلیا پھر مینہ شروع ہوگیا۔ میر محمد آگے نہ بڑھ سکا اور شہر میں محفوظ ہوکر
بیٹھ رہا۔ ۲ اکتوبر ۱۳۹۸ء میں جب تیمور ملتان پہونچا ہی تو پیر محمد ملتان سے نکل
کر آیا ستلج پر تیمور سے آکر مل گیا۔

پھر یہاں سے تیمور ایک شان دار لشکر لیکر اجودن پر آیا یہاں کسی نے اسکا مقابلہ
نہیں کیا اور سیدھا یہاں سے بٹنیر روانہ ہوا جب بٹنیر والوں نے تیمور کو دیکھا کہ یہ
آندھی اور مینہ کی طرح لپکا چلا آرہا ہی انہوں نے اپنے شہر کی دیواروں کے پیچھے
پناہ لی مگر بھلا تیمور کی تلوار سے پناہ کب ملتی تھی وہ سب بیچارے قتل کردیئے گئے
پہلے تیمور نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا تھا اور یہ محاصرہ نومبر ۱۳۹۸ء کو ہوا۔

تیمور کا ارادہ پہلے قتل عام کرنیکا نہیں تھا لیکن شہر والوں کی تھوڑی سی غلطی پر علاوہ قتل عام کے تیمور نے شہر میں آگ لگادی۔
پھر یہاں سے سامانہ روانہ ہوا اور یہاں وہ اپنے عظیم الشان لشکر سے ملحق ہوا جو برابر قتل و غارت کرتا ہوا یہاں پہونچا تھا سامانہ میں قتل عام نہیں ہوا مگر ہاں یہاں سے بے تعداد قیدی لیکر تیمور سیدھا دہلی کی طرف بڑھا۔ دہلی پہونچکر اسنے سب کو قتل کرڈالا مسلمان مورخ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سے یہ قیدی کم نہ تھے۔ پندرہ برس تک کا بچہ نہیں بچا تھا۔ دہلی کا لشکر جو تعداد میں بھی کم تھا اور ایسا شائستہ اور خونخوار بھی نہ تھا کہ جیسی تیموری فوج اسنے مقابلہ کرتے ہی بار بار شکستہ کھائی تو محمود تغلق گجرات کی جانب بھاگ گیا۔ تیمور شہر میں آیا اور اسنے بقائے امن و حفاظت کا مستحکم وعدہ کیا اور ۱۷ دسمبر ۱۳۹۸ء کو تیمور شہنشاہ ہند مشہور ہوا اور عوام الناس میں اسکا اعلان دیدیا گیا۔
الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند صفحہ ۱۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تیمور کی آتش مزاجی اور خونخواری اور اس کے لشکر کی خودسری اور بے اعتدالی کا ہیکو وعدہ پر قایم رہنے دیتی تھی۔ فوج تیموری نے پہلے شہر والوں پر جبر و تعدی شروع کردی اور ادھر اُدھر لوٹ کھسوٹ کرنے لگے۔ بس یہ خفیف بہانہ تیمور کی طبع آزمائی کے لئے کافی تھا اسنے فوراً اپنے لشکر کے سپہ سالار کو بلا کر کہا کہ شہر میں بیرحمی سے قتل عام کا حکم دیدو۔ سراسر بیگناہ دہلی والوں کی گردنیں اُڑنے لگیں اور ترکوں کی خونریز تلوار نے خونخواری سے دہلی کے لاڈوں کے پالے بچوں کو قتل کردیا۔ اس قدر لوگ قتل ہوئے کہ شاہراہوں کے رستے بند ہوگئے اور چلنے کی ذرا بھی جگہ نہ رہی۔ تیمور فوج کی جس تلوار نے راندمان کو قتل کیا اسی خون ٹپکتی تلوار سے بچے اور وہ بھی یتیمی کی پوشاک پہنے ہوئے قتل ہوئے پانچ دن تک یہ آفت خیز قیامت شہر میں برپا رہی اور تیمور کی پرشوق نظریں اس قتل و غارت کو ارمان سے تکتی رہیں۔ ان خونخوار دنوں میں تیمور نے فتح کی خوشی میں اپنے کل لشکر کی بہت بڑی دعوت کی اور ناچ گانا ہوتا رہا۔ جب تیموری لشکر قتل کرتے کرتے تھک گیا تو تیمور نے اکتیس دسمبر کو کوچ کا حکم دیا۔ کوچ کرنے سے پہلے فیروز کی سنگ مرمر کی مسجد پر جو جمنا کے کنارہ پر تعمیر ہوئی تھی اپنی فتح کی خوشی میں تیمور نے بہت کچھ چڑھاوا چڑھایا۔

جہانتک تیمور کی فوج سے ممکن ہوا یہ محض ناممکن تھا کہ وہ ایک تنکا بھی دہلی میں چھوڑے ہزاروں آدمی ہر خاندان کے بچے عورتیں قید ہوئیں اور غلاموں کے گروہ میں فوج کے ساتھ نہایت بیعزتی سے گھسٹے ہوئے روانہ ہوئے وہ شریف زادیاں کہ جنہوں نے آسماں بھی نہیں دیکھا تھا برہنہ پا سپاہیوں کے گھوڑوں کے ساتھ سناٹے بند دوڑ رہی تھیں۔ تیمور نے کئی راج اور معمار اور سنگتراش اپنے ساتھ لئے تھے کہ اپنے ملک میں جاکر سنگ مرمر کی سمرقند میں مسجد بنوائی۔

یہاں سے تیمور میرٹھ روانہ ہوا یہاں بھی اپنی معمولی عادت کے بموجب قتل و غارت کی پھر گنیجبیر کو عبور کرکے ہردوار پہونچا۔ اسوقت تیمور کی ۶۳ برس کی عمر تھی۔ عام سپاہیوں کی طرح سے تیمور نے یہاں کام کیا۔ کئی دن کے فاقہ پر بھی وہ برابر پہاڑوں کو اٹھے کررہا تھا اور قتل جاری تھا۔ اسکی تلوار کبھی نیام میں نہیں جاتی تھی۔ اس عظیم الشان سفر کے بعد وہ تازہ دم تھا اسکے ہونٹوں پر ہنوز پپڑیاں نہ جمی تھیں اور غیر مفتوحہ ممالک پر اسکی نظریں گڑی رہیں۔

یہاں کے پہاڑوں کے دامن میں ہوکر جموں پہونچا یہ شہر لاہور کی شمال کیطرف آباد ہے۔ پھر جنوب کی طرف باگ پھیری وہاں سے جس راہ سے آیا تھا اُسی پر پڑلیا اور ہندوستان کو چھوڑدیا۔ جسوقت تیمور نے ہندوستان کو چھوڑا ہے تو ان حالتوں میں چھوڑا۔ بدعلی۔ طاعون یعنی وَبا۔ کال۔ یہ تین رفیق تیمور اپنے ہندوستان میں چھوڑ گیا تھا

تیمور نے ماہ مارچ سنہ ۱۳۹۹ع مطابق سنہ ۸۰۱ہ ہجری میں ہندوستان سے کوچ کیا تھا کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے +

اگر ہم تیمور کا چال چلن یا اسکی طبیعی حالت پر غور کریں گے تو ہمیں نہ تو اسکے مداح مورخوں کے اقوال سے سند لینی پڑے گی اور نہ ہم ان فرامین کو ملاحظہ کرکے رائے قائم کریں گے کہ جن سے اسکا پرشوکت انتظام معلوم ہوتا ہے بلکہ ہمیں فرض ہے کہ ہم اُسکے کاموں کی طرف توجہ کریں اور اُسکے افعال کی فطرت کو سمجھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسکے مزاج کی کیا کیفیت تھی۔ ملفوظات تیموری سے جنکا میجر اسٹوارٹ نے ترجمہ کیا ہے اُسکے چال چلن کی کیفیت لکھتے ہیں۔ یہ ترکی زباں میں لکھی گئی تھی اس میں بڑے بڑے دلچسپ مضامین ہیں۔ یہ مضامین ایک تاریخ پسند دل کی جان ہیں۔ ہاں جبتک ہم ان

ملفوظات پر ایک نظر نہ کرلیں یہ کبھی زیبا نہیں ہی کہ ہم تیمور کے چال چلن کی بابت کوئی رائے ظاہر کریں۔ تیمور کی پالیسی بچپن سے تیز اور خونخوار تھے۔ بات کو سوچتا تھا اور اُسکی تہ تک پہونچکر کام کرتا تھا مگر اپنی بدنامی یا نیکنامی کا مطلق خیال نتھا۔ رحم جو ایک پولیٹیشن کی جان ہے اسمیں مطلق نتھا۔ بعض وقت سکندر کی فتوحات میں ہمنے دیکھا ہی کہ رحم سے اسقدر کام نکلتا تھا کہ قتل سے وہ نتیجہ برآمد نہ ہوتا تھا۔ یہ بات تیمور میں نتھی۔

اُسے قتل کرنے میں ذرا درد نہ آتا تھا اور وہ مخلوق کے خون میں اپنے گھوڑے کے سُم بھگونا اچھے سمجھتا تھا اپنی ہٹ کا پُورا تھا یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی شہر کے فتح کرنیکا ارادہ ہوا اور وہ بار بار کی شکستوں سے کچا ہوجاے نہیں بلکہ اسکو فتح کرکے چھوڑتا تھا۔ اسکی بیرحمی کے تمام عالم میں ڈنکے بجگئے تھے اور اسکے ہمعصر بادشاہ اسکی بیرحمی سے کانپتے تھے۔ ساتہ ہی اسکے ایک بڑی صفت تیمور میں یہ تھی اور یہ صفت اعلیٰ درجہ کی تہی کہ اپنے مصاحبین کو ہمیشہ خوش رکھتا تھا اور ان کو ذرے ذرے سے کام پر لاکھوں روپیہ جاگیریں انعام کی دیدینا اسکے آگے کچھ بات ہی نہ تھا۔ جتنے اسکے وزرا اور ارکان سلطنت تھے وہ سب اس سے خوش تھے اور اسکی ہر ہر بات پر جان قربان کرتے تھے۔ لشکر سفر کرتے کرتے جب بیدل ہوجاتا تھا تو آپ پاپیادہ راہ طے کرنے لگتا اور اہنیں وہ وہ قیمتی چیزیں بخشش میں دیتا کہ اہنیں ان کا مطلق خیال بھی نہ رہتا۔

اپنے ادنیٰ ادنیٰ ملازمیں کو بچوں کی طرح پرورش کرتا اور اہنیں مایوسی کی حالت میں ڈھارس دیتا تھا اسکی پوشاک سادی ہوتی تھی کبھی یہ امر نہ تھا کہ طمطراق کی لیتا اور نفیس نفیس کپڑوں میں اپنی زندگی بسر کرتا۔ مشرقی شاہوں کی طرح سے اسے عورتوں سے صحبت نہ رہتی تھی نہ اسکی زیادہ بیبیاں تھیں۔ کبھی اسنے اپنی راحت اور عیش کے لیئے روپیہ صرف نہیں کیا بلکہ جسقدر روپیہ ہاتھ لگتا تھا فوج کی آراستگی اور مسجد کی تعمیر میں صرف کرتا تھا۔ ایک بڑی عمدہ بات جسنے اسکی تاریخ کے صفحوں کو روشن کردیا یہ تہی کہ جیسا اسکے ہاں علما کا گروہ جمع رہتا تھا کسی اور بادشاہ کو کم نصیب ہوا ہے۔ ضابط اور متحمل بہت بڑا تھا۔ علما کی تعظیم و تکریم اعلیٰ درجہ پر کیا کرتا تھا ایک دن نصیر الدین علّامہ جسکی تیمور کو مدت سے آرزو تھی بڑے ناز و نیاز اور نخرے سے دربار میں آیا۔ نصیر الدین علّامہ کو فاضل اجل تھا مگر اس میں نخوت اس بلا کا تھا کہ وہ امیروں شہنشاہوں کو بھی

اپنے آگے ہیچ سمجھتا تھا۔ تیمور نے ہر چند چاہا کہ یہ میرے دربار میں آوے مگر نہ آیا آخر وزرا کی بڑی چاپلوسی سے دربار میں آیا تیمور چونکہ ایک ٹانگ سے لنگڑا تھا اسلئے ٹانگ پھیلا کر تخت پر بیٹھا تھا۔ جوں ہی نصیر الدین کی نظر شاہ پر پڑی اس نے کہا مجھے ایسے بے ادب شاہ کے دربار میں کیوں لایا گیا ہے جو ٹانگ پھیلا کر بیٹھا ہے بجای اس کے کہ وہ اس کرسی پر بیٹھتا جو تخت کے برابر بچھی ہوئی تھی اور جو خاص اسی کے لئے بچھائی گئی تھی تخت پر پیر پھیلا کر بیٹھ گیا ہے یہ ایسی بے ادبی اور گستاخی تھی کہ جو ایک معمولی امیر سے بھی نہ سہی جاتی مگر تیمور کا کوہ اور ساکن متحمل مزاج اس گستاخی کو سبنھال گیا اور آہستگی میں کہا کہ "مرا لنگ است" یعنی میرا پیر لنگڑا ہی اسلئے میں پیر پھیلا کر بیٹھا ہوں فوراً علامہ نے جواب دیا کہ "مرا ننگ است" یعنی مجھے شرم آتی ہی۔

اس مثال سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کیسا علم دوست تھا اور ایسے ناواجب موقع پر بھی کیسا تامل کیا کرتا تھا۔ بہرحال اگر اس میں ایک عیب تھا تو یہ ہنر بھی تھا جس سے دن بدن جبتک وہ زندہ رہا اسکی سلطنت کو ترقی ہوتی چلی گئی۔

آخر عمر میں اس نے چین کی فتح کا مصمم ارادہ کر لیا کیونکہ چنگیز خان نے اسکے ورثہ میں چین کی فتح دیدی تھی مگر عمر کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا وہ اپنے عالی ارادہ میں کیونکر کامیاب ہوتا کچھ ہی راستہ طے کرنے پایا تھا کہ راہ ہی میں بخار چڑھ آیا اور وہیں تڑپکر جان دیدی مرتے وقت اسنے یہ کہا کہ میرے جتنے ارمان تھے وہ سب نکل گئے مگر ایک یہ آرزو کہ میں چین فتح کروں دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اگر میرے جانشینوں میں سے کسی نے اسے فتح کر لیا تو میری روح شاد ہوگی اور اگر نہیں فتح کیا تو اس حرمانی کے نقوش ہمیشہ روح کی لوح پر کندہ رہیں گے

حمیدہ بانو بیگم

امیر تیمور صاحبقران کی یہ چوتھی بیگم تھی۔ اور بیگموں کی نسبت یہ تیمور کی بہت پیاری تھی اسنے اپنے ظاہری حسن و خوبی ہی سے تیمور ایسے شہنشاہ کا دل اپنے اوپر مائل نہیں کیا تھا بلکہ اپنی خداداد قابلیت اپنی فصیح البیانی اپنی عالی حوصلگی اپنی شائستگی اپنی تہذیب اپنے خلق سے نہ صرف میرہی کو بلکہ کل حرم سرا کی بیگمونکو اپنا فریفتہ اور شیدا بنا لیا تھا۔

جالنسن نے اپنی کتاب تیموران سائیر یا صفحہ ۲۴۵ میں حمیدہ بانو بیگم کا تذکرہ لکھا ہی جو نہایت دلچسپ ہے اسلئے میں نہایت اختصار سے درج ذیل کرتا ہوں۔

یہ بیگم جسکا اصلی نام امۃ الحبیب تھا سلطان یزدانی جنرل افواج بایزید کی بیٹی تھی۔ جسوقت بایزید اور امیر تیمور سے جبل الطیر کے وسیع اور خوفناک میدان میں دو نو خونخوار لشکروں کا مقابلہ ہوا ہے تو یہ بیگم بھی زرہ بکتر پہنے ہوئے اپنے لشکر سے تیمور فوج کی طرف برابر تیر برساتی تھی۔ گو اسوقت کسی نے نہیں پہچانا کہ یہ عورت ہے لیکن جب بایزید کی شکست ہوئی تو منجملہ ان سرداروں لشکریوں کے جو زندہ قید ہو کر آئے تھے ایک یہ بھی تھی۔ تیمور نے دوسرے دن حکم دیا کہ قیدیوں کی گردنیں ماردی جائیں چنانچہ اس عصمت پناہ خاتون نے بڑی دلیری سے باآواز بلند یہ کہا کہ عرض دارم۔ گو اسکا یہ فقرہ اسقدر پر اثر تھا کہ امیر تیمور کی اسپر توجہ مائل ہوتی مگر پھر بھی بعض مصاحبین کے عرض کرنے سے اُسنے اس بہادر اور شجاع خاتون کو جو مردوں کی صورت میں کھڑی ہوئی تھی اپنے پاس بُلایا اور کہا تو کیا کہتا ہے۔ خاتون نے نہایت ادب اور سنجیدگی سے یہ التماس کیا کہ جو کچھ عرض کرونگی نہایت آزادی اور صداقت سے نہ اسمیں کسی قسم کی جھوٹی تعریف ہوگی نہ آپکے جرار لشکر کی فضول مدح سرائی ہوگی صرف واقعات سے غرض ہی مجھے امید ہے کہ جبتک میں اپنی تقریر ختم نہ کروں بند نہ کیجاؤں۔ تمام اہل دربار اور امیر تیمور سکتہ کے عالم میں ہوگئے کہ یہ بڑا ہی زبردست اور صاحب حوصلہ شخص ہے کہ جو ایسے قہار سلطان کے آگے اس بیباکی سے باتیں کر رہا ہی آخر تیمور نے دس بارہ منٹ کی خاموشی کے بعد اجازت دی کہ جو کچھ تو کہیگا میں بخوشی سننے کو موجود ہوں۔

امۃ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم اپنی اسی مردانہ ہیئت میں یہ گویا ہوئی۔ اے امیر جو کچھ تو نے بایزید پر چڑھائی کرکے حاصل کیا ہے تو کیا جانتا ہی کیا ہے صرف ایک سخت عذاب ہے جو قیامت تک تیری گردن پر رہیگا اور اسکی بخشش بھی نہ ہوگی۔ تو نے بیگناہ ستر ہزار جان نثار ترکوں کو سُرنگ لگا کر قلعہ میں اُڑا دیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تو نے جان نثار ترکوں کو نہیں اُڑایا بلکہ اسلام کی قوت کی جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دی۔ یہی ترک تھے جنھوں نے تمام یورپ سے چین بُلوا دی تھی۔ یہی ترک تھے جو یوروپین کے مقابل میں ہمیشہ فتحیاب رہے۔ کیا کسی شریعت اور کسی ملکی قانون میں یہہ لکھا ہوا ہے کہ

مسلمان اس بیرحمی سے قتل کیا جائے۔ کیا تجھے خیال نہ آیا جب بایزید نے تجھے صلح کا پیغام بھیجا اور تو نے اسکے جواب میں یہ ارقام کیا کہ جب تک میں تجھ جیسے عظیم الشان سلطان کو فتح نکرلونگا فاتحان اولوالعزم کی فہرست میں میرا نام درج نہیں ہو سکتا۔
یہ یقینی امر ہے کہ ایک نہ ایک دن حضرت عزرائیل سے تیرا ضرور مصافحہ ہوگا پھر مرنے کے بعد تجھے کیا خاک اپنی نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ کیا تو نے سکندر اعظم کی آخری کی افسردہ اور غم آلود کیفیت کو نہیں سُنا کہ مرنے کے وقت اسکی کیا نوبت تھی ایک ندی آنسوؤں کی اُسکی پُرنم آنکھوں سے برابر بہ رہی تھی مگر ایسی حالت میں جب عزرائیل موجود ہو گئے تھے نہ اپنی زاری کچھ کام آئی اور نہ بہادر لشکر کا رونا۔ میں اس غیر مفید تقریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ آجتک کبھی کہیں قیدیوں پر بھی بہادروں کے ہاتھ اُٹھے ہیں۔ ہم بے بس قیدی ہیں ہماری مشکیں کسی ہوئی ہیں یہ کچھ بھی مردانگی نہیں ہے کہ ہمیں تو اس میدان میں قتل کا حکم دے۔
یہ کہکر ام الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم نے اپنا فولادی خود اُتار کر پھینکدیا اور پھر گڑگڑا کے کی آواز میں یہ کہا اے امیر میں خاتون ہوں مجھ ہی سے تو اندازہ کر سکتا ہے کہ جن کی عورتیں ایسی بہادر ہیں اُن کے مرد کیسے بہادر ہوں گے۔ امیر تیمور دیکھتے ہی اسپر فریفتہ ہو گیا اور اس بیباکانہ تقریر پر عشعش کرنے لگا۔ گو یہ تقریر نہایت سخت اور درشت تھی خصوصاً ایک قہرناک بادشاہ کے حضور میں اُسی کی نسبت مگر تیمور نے نہایت نرمی سے یہ جواب دیا جو کچھ اے بہادر خاتون تو نے کہا ہے وہ سب صحیح ہے لیکن مختلف فتحوں کی دلچسپی نے واقعی اصلی حالت کو بھلا دیا۔ جا میں نے تیرا اور تیرے لشکری قیدیوں کا خون معاف کیا۔ پھر جانسن صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۱۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیندہ جو کچھ ترکوں کے ساتھ تیمور نے رعایت کی وہ اسی بیگم کا طفیل تھا۔ جب یہ اپنے لشکر میں پھر کر چلی گئی تیمور نے اسکے باپ یزدانی سے نکاح کا پیغام بھیجا پہلے تو وہ یہ خیال کر کے ہچکچایا کہ یہ ظالم اور جابر بادشاہ ہے ایسا نہو میری بیٹی کو ایذا دے مگر جب ام الحبیب کی مرضی دیکھی تو فوراً منظور کر لیا اور امیر تیمور سے نکاح پڑھا دیا۔
مل مَین نے اپنی کتاب وومینس اوف عرب کے صفحہ ۲۱۳ میں شادی کی پوری کیفیت لکھی ہے چونکہ وہ بہت طویل ہے اسلئے مَیں اُسکا اختصار لکھتا ہوں تاکہ شائقین

نہایت دلچسپی سے ملاحظہ کریں ایک عالیشان یزدانی کے خیمہ میں تیمور جبل الطیر کے میدان میں اپنے ساتھ گیارہ ہزار بہادر لیکر نکاح کرنے گیا۔ خیمہ جس میں اکیس بائیس ہزار فوج باآرام آسکتی تھی بلندی پر ایک مستطیل ٹکڑے زمین پر کھڑا کیا گیا۔ جیسے بارش سے زمین تر ہوجاتی ہی اسی طرح بہادروں اور جانبازوں کے خون سے زمین تر ہورہی تھی وہاں گیا تو زخمیوں کی جگر خراش آوازیں سُنائی دیتی تھیں یا ادھر اُدھر سروں کے ڈھیر پڑے ہوئے معلوم ہورہے تھے مگر اس حسرتناک نظارہ کا اثر کسی زندہ کے دل پر اصلا نہیں تھا۔ ہر شخص اس شادی سے خوش تھا اور سب امید کر رہے تھے کہ یہ عصمت پناہ بیگم اپنی روشن دماغی اور عقل سے طرفین کے لیئے اچھے اچھے نتیجے پیدا کرے گی امیر نے مہر میں ملک چین لکھا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ملک چین تیمور نے ابھی فتح نہیں کیا اور مہر میں لکھنے کے کیا معنی چنانچہ تیمور نے فوراً ان کی صورت کو تاڑ کر یہ کہا گو ابھی ملکِ چین میرے قبضہ میں نہیں ہے لیکن میرا قطعی ارادہ ہے کہ میں اسکو فتح کرلوں گا۔ میں اپنے ارادہ میں ہمیشہ کامیاب ہوا ہوں دوسرے وہ ملک میرے بزرگوں کا فتح کیا ہوا ہے یعنی چنگیز خاں نے ایک عظیم الشان جنگ کے بعد اسکو فتح کرلیا تھا اسلئے وہ اپنا ہی ملک ہوا۔ تیسرے اس مہر میں دینے سے مجھپر فرض ہوجائیگا کہ میں اسے فتح کرلوں۔ بھلا وہاں کسکی مجال تھی جو تیمور کی اس شائستہ تقریر پر رد و قدح کرسکتا۔ سب خاموش ہورہے اور ام الحبیب سے قاضی نے امیر تیمور لنگ کا نکاح باندھ دیا۔

یزدانی نے اپنی قدرت کے موافق اپنی بیٹی ام الحبیب کو بہت کچھ جہیز دیا۔ اب یہ گویا امیر تیمور کی بیگم بنی جسکا نام حمیدہ بانو بیگم رکھا گیا۔

یہ بیگم اصل میں آتش پرست تھی مگر اپنے باپ یزدانی کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھی۔ علاوہ ترکی عربی فارسی زبان کے یہ نہایت فصیح چینی اور زرتشتی بولا کرتی تھی اور اسے موسیقی میں بھی کمال مہارت تھی جبتک تیمور زندہ رہا یہ ہر جنگ اور ہر خوفناک موقع پر تیمور کے ہمراہ خود فولادی اور زرہ بکتر پہنے ہوئے ساتھ رہتی تھی۔

دو کتابیں اسنے لکھی ہیں ایک کا نام ترکی خوانین کی تاریخ ہے اور دوسری کتاب کا نام امیر تیمور کی فتوحات ہند ہیں جسکا ترجمہ مسٹر ہاربرٹ نے فرانسیسی زبان میں کیا ہے

یہ دو نو کتابیں اسکی لیاقت اور علمی قابلیت کی شہادت دیتی ہیں کبھی کبھی عربی اور ترکی کے اشعار بھی موزوں کیا کرتے تھے مگر وہ اشعار بہادروں کی شجاعانہ کوشش کی تعریف میں ہوا کرتے تھے نہ کبھی اسنے کسی قسم کے حسن کی تعریف کی نہ اپنے اشعار میں کبھی عشق و محبت کا تذکرہ کیا۔

تیمور اسے دس ہزار روپیہ مہینہ دیا کرتا تھا اور کل خرچ شاہی اخراجات سے اُٹھتا تھا مگر ایکبار ایک جنگ پر جب روپیہ کی ضرورت ہوئی تو اپنا تین برس کا جمع کیا ہوا روپیہ تنخواہ کا نکال دیدیا۔ اسکی ہر قسم کی بہت سی باتیں تہیں کہ جو جبراً تیمور کا دل اپنے اوپر مائل کرتی تھی اب آگے مختصر طور پر اسکے سوانح عمری بیان ہوتے ہیں جو علاوہ دلچسپی دینے کے تیمور کی خوش قسمتی ظاہر کریں گے۔

جو حالات اس خاتون کے آگے بیان کئے جائیں گے ان سے اسکی طبیعت کی حالت چال چلن کا اندازہ بخوبی ہو جائیگا اس خاتون کی نہایت تیز عقل تھی اور اپنی قابلیت کا استعمال ہمیشہ موقع ہی پر کیا کرتی تھی۔ یہ ہمیشہ فطرت کی اصلیت اور اشیا کے حدوث کے اسباب میں بہت جلد بیٹھ جاتی تھی اور ان سے فوراً نئے نئے نتیجے نکال لیتی تھی۔ اور جو شخص خواہ دوسری بیگمیں ہوں یا کوئی خواجہ سرا ہو نصیحتاً کوئی بات کہتا تو اُسکی ممنون ہوتی اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو اسپر بہت مستعدی سے عمل کرتی۔ اسکی گفتگو میں ذرا جلدی تھی یعنی وہ بہت جلد جلد باتیں کیا کرتی تھی مگر پھر بھی بیان کی فصاحت نہ جاتی تہی۔ حاضر جوابی میں بھی تمام لشکر میں اسکی دھوم مچگئی تھی مگر یہہ حاضر جوابی ایسی فیاضانہ اور لطیف طریقہ پر ہوتی تھی کہ مخاطب خوش ہو جاتا تھا اسکے رقعے جو اپنی حرم سرا خواتین کے نام ہوتے تھے مختلف زبانوں میں لکھے جاتے تہے۔ عبارت کی چستی۔ مطالب کی طرز بیانی۔ الفاظ کی بندش اس غضب کی ہوتی تہی کہ دیکھنے والے کو کیفیت آجاتی تھی عموماً جو فرمان خاص طور پر جاری ہوتے تھے وہ حمیدہ بانو بیگم ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اس بیگم کا اکثر وقت کیا تو انتظام خانہ داری اور اپنے معزز خاوند کی خدمت میں صرف ہوتا تھا اور یا مختلف علوم کی کتابوں کا مطالعہ کرتی رہتی تھی۔ ایک دن متبنی کا دیوان دیکھہ رہی تھی اور اسوقت مفصلہ ذیل شعر کا مضمون اسکے دماغ میں بجلی کی طرح کوندرہا تھا وہ مضمون یہ تھا کہ میرا شوق اور اندھیری رات کی جنگ ہو رہی ہے

مگر خدا کرے میرا شوق جنگ غالب آئے اور رات کو شکست ملے۔ اس مضمون کو دیکھکر
حمیدہ بانو بیگم کو جوش آگیا اور وہ بار بار اپنی اسی بیخودی کی حالت میں پکار پکار کر پڑھنی لگی
اتنے میں کہیں تیمور لنگ آنکلا اسے اپنی خلیق اور ہردلعزیز بیوی کی یہ خلاف معمول حالت
دیکھکر تعجب ہوا پہلے تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑا رہا لیکن اس سے نہ رہا گیا اور آہستہ سے قریب جاکر
کہا حمیدہ بانو بیگم کیا اس کتاب میں تم کوئی بڑی عظیم الشان خونخوار جنگ کا بیان دیکھ رہی ہو
حمیدہ بانو بیگم اپنی جوشیلی حالت میں کچھ ایسی محو ہوگئی تھی کہ خبر نہوئی کون پیچھے کھڑا ہے
اور کون پکار رہا ہے تیمور نے یہ انسانیت برتی کہ پھر دوبارہ آواز نہ دی اور کھڑا رہا۔
جب جوش کم ہوگیا تو حمیدہ بانو بیگم تیمور کی صورت دیکھکر چونکی تیمور مسکرایا نہایت لجاجت سے
حمیدہ بانو بیگم نے عرض کیا کہ کیا حضور کچھ زیادہ دیر سے تشریف رکھتے ہیں میں معافی کی
خواستگار ہوں مجھے کتاب کے مطالعہ میں خبر نہوئی۔ تیمور نے اپنا ایک موتیوں کا کنٹھا
حمیدہ بانو بیگم کے گلے میں ڈالدیا اور کہا میں تمہیں تمہارے جوش کی مبارکباد دیتا ہوں
پھر تیمور نے مسکرا کر کہا کاش اگر تم مرد ہوتیں تو ضرور کسی بڑی سلطنت کی حکمران ہوتیں
حمیدہ بانو بیگم نے جواب دیا حضور میری خوش قسمتی تھی کہ میں عورت پیدا ہوئی ورنہ ضرور
میں قیدیوں کے ساتھ قتل کردی جاتی صرف عورت ہونے سے بچگئی اور مجھے پھر یہ عظمت
حاصل ہوئی میں آیندہ دُعا کرونگی کہ خدا کرے سب مرد ایسے موقعوں پر مرد بنجائیں۔
یہ سُنتے ہی تیمور پھڑک گیا۔
اس قسم کی سینکڑوں باتیں دن بھر میں کیا کرتی تھی تیمور جیسا قہار سنجیدہ شہنشاہ پھڑک پھڑک جاتا تھا
اس بیگم کی عمر میں کئی ایسے واقعہ گذرے ہیں کہ جو قابل یادگاری ہیں بلکہ ان سے عبرت
ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر استقلال اور ہمت سے کام لیا جاے تو ہر جگہ انسان
کامیاب ہوتا ہے۔ پہلا مشہور واقعہ وہ قلعہ استخرہ کی جنگ ہے یہ قلعہ جمشید نے بنایا
تھا اب تک یعنی اس زمانہ تک ویسا ہی مضبوط معلوم ہوتا ہے اسکے دروازہ پر دو تصویریں
بنی ہوئی ہیں ایک مرد کی ہے اور ایک عورت کی مگر ان کی پوشاک کی وضع ایسی ہے
کہ جیسے انگریزی گون اور کوٹ پتلون کی غرض جسوقت تیمور کو یہ خبر آئی کہ قلعہ استخرہ والا
باغی ہوگیا ہے حمیدہ بانو بیگم کی عرض پر تیمور نے اسے دس ہزار سوار اور دو ہزار پیادے
دیکر روانہ کیا۔ یہ عظیم الشان اور خونریز جنگ واقعی قابل دید ہے۔ جسکا بیان بہت

اختصار سے درج کیا جاتا ہے۔ حمیدہ بانو بیگم اپنی بارہ ہزار فوج لیکر استخرہ روانہ ہوئی۔ یہ اولوالعزم جوشیلی خاتون شمشیر بکف اس خونخوار لشکر کی سرگردگی میں بر شوق قدم اٹھائے ہوئے بڑھ رہی تھی اسکی پُر قہر نظریں برابر قلعہ کی طرف اٹھ رہی تھیں کبھی اسکے دل میں ہراس غلبہ پا لیتا تھا اور کبھی فتح کی خوشی میں پھولی نہیں سماتی تھی۔ جسوقت ارمان بھری نگاہوں کو اپنے لوہو میں ڈوبے ہوئے لشکر کی طرف جنبش دیتی تھی تو ایک امید فتح کی خون کی طرح سے اُسکے رگ وپے میں دوڑ جاتی تھی۔ جانتی تھی کہ میری ناموری اس جنگ کی فتح پر منحصر ہے اور اگر خدانخواستہ مجھے شکست ہو گئی یا قلعہ فتح نہو سکا تو کیا منہ لیکر واپس جاؤں گی۔

مسٹر رل مین نے اپنی کتاب دی گریٹ کانگرز آف ایشیا کے صفحہ ۱۰۱ میں حمیدہ بانو بیگم کی اسوقت کی شکل وشباہت یوں تحریر کی ہے۔ حمیدہ بانو بیگم ایک لانبے قد کی عورت تھی اسکے ہاتھ پیر چوڑے اور چکلے تھے جب دونو برابر کھڑے ہوتے تھے تو تیمور اس کے کندھے تک آتا تھا اسکی آنکھیں یوروپین کی طرح نیلی تھیں رنگت نہایت صاف اور پُر دبدبہ تھی۔ خلیق تھی۔ مگر پھر بھی اسکی پُر رعب صورت سے اس سے بات کرتے ہوتے ڈر معلوم ہوتا تھا۔ اسکے حسین رخساروں پر نیلی نیلی مہین مہین رگیں اچھی معلوم ہوتی تھیں اسوقت زرہ بکتر خفتان پہنے ہوئے خود فولادی سر پر ایک لمبا برچھا ہاتھ میں دونو پہلوؤں میں دو تلواریں لٹکتی ہوئیں سینہ بے کینہ میں ایک خنجر اڑسا ہوا پیچھے ترکش پڑے ہوئے داہنے ہاتھ میں فولادی گرز سدتنا ہوا ایک پیل پیکر گھوڑے پر سوار اس سج دھج سے یہ بیگم استخرہ کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئی۔

جب اسنے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو پہلے یہ مفصلہ ذیل رقعہ اپنے ہاتھ سے لکھکر بھیجا جو ہم رل مین کی مذکورہ بالا کتاب سے ناظرین تاریخ کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں وہو ہذا

شرافت ونجابت دستگاہ شریف حسن

تمہیں اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر تمنے اس سرکشی کی آگ کو یہیں تک رکھا اور آئندہ اس کے بھڑکانے کی کوشش نہ کی تو میں تمسے وعدہ کرتی ہوں کہ پھر تمہارا اعزاز شہنشاہی دربار میں ویسا ہی تسلیم کیا جائیگا اور اگر تمنے صرف بعض شریر النفس اشخاص کے بہکانے سے اس آگ کو روشن رکھا تو پھر اسکے سوا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے شیطان ساتھی

قتل کئے جائیں اور تمہاری نعش اژدہا پیکر گھوڑوں کے سموں میں روندی جائے اور پھر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ بغاوت اور سرکشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ گو میں عورت ہوں لیکن اپنے عزم میں پوری ہوں اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک جان میں جان باقی ہے کبھی یہ نہیں ہوگا کہ میں یہاں سے مُنہ پھیروں یا جنگ ہونے پر صلح کر لوں۔ خونریزی مجھے اچھی نہیں لگتی اور اسی لئے میں باصرار کہتی ہوں کہ تم اپنی اس نافہمی سے باز آؤ تم نہیں جانتے کہ ایسے بڑے تیمور جیسے شہنشاہ کے ماتحت رہنا کتنے فخر کی بات ہے اور اسپر طرہ یہ کہ تم اُس سے اپنی قسمتی شامت سے سرکشی کرتے ہو۔ میری حجت تمام ہو گئی رقعہ کے جواب آنے تک میں منتظر رہوں گی۔ فقط راقم حمیدہ بانو بیگم ملکہ امیر تیمور۔

شریف حسن ایک نہایت چالاک اور فریبی شخص تھا جوں ہی اسنے رقعہ دیکھا اُسے حمیدہ بانو بیگم کے فریب دینے کا اچھا موقع ملا فوراً اسنے ایک عرضی عجز سے بھری ہوئی حمیدہ بانو بیگم کی خدمت میں روانہ کی اور اس میں یہ مضمون لکھا کہ آپ کا غلام نہایت عاجزی سے یہ عرض کرتا ہے کہ بعض پیچیدہ معاملات سے یہ کیفیت ہوئی ہے ورنہ خدانخواستہ نہ میں باغی ہوں اور نہ میںنے بغاوت کا اعلان دیا اور اگر میں نے کچھ کیا بھی ہے تو میں توبہ کرتا ہوں آپ نے بھی اتنی تکلیف ناحق کی اگر اپنے کُتے کے گلے میں ایک رقعہ باندھکر بھجوا دیا جاتا میرا فرض تھا کہ میں اسپر بھی گردن تسلیم خم کرتا۔ کل انشاءاللہ حضور کے لئے دروازہ کھول دیا جائیگا اور میں بھی دست بستہ حاضر خدمت ہونگا۔ خواہ کیسا ہی تجربہ کار ہو جب ہی ایسے موقع پر دھوکے میں آجاتا ہے۔ جیسے رائے پتھورا شہاب الدین غوری کی ایک تحریر میں آگیا تھا۔ حمیدہ بانو بیگم اپنی خوش قسمتی سے بہت خوش ہوئی اور سمجھی کہ اب تیمور کی نگاہوں میں میری اور بھی وقعت بڑھے گی اور اب یقیناً تیمور چین فتح کر کے مجھے دیدے گا۔ مگر افسوس یہ خوشی عارضی تھی اگر حمیدہ بانو بیگم شریف حسن کی اس للو چپو پر نجاتی اور آپ اسی طرح بیدار رہتی تو کبھی ایسا چشم زخم نہ کھاتی اور کبھی وہ ایسی مشکلیں نہ دیکھتی۔

یہ عرضی نہ صرف اسی نے پڑھکر رہنے دی بلکہ کُل لشکر میں سُنائی۔ سب نے خوشی کے نعرے مارے اور حمیدہ بانو بیگم کو مبارکباد دی۔ ظاہر ہے کہ جب لشکر کو یہ اطمینان ہو گیا پھر وہ کاہکو ہوشیار رہے اور انھیں اب کیا ضرورت تھی کہ وہ چوکنے ہو کر اپنے کو شبخون سے بچاتے۔

یہ دن جمعہ کا تھا اور شوال کی ۱۲ تاریخ تھی جب شریف حسن نے ایک زبردست شبخون بیخبر فوج پر مارا۔ اول تو حمیدہ بانو بیگم کی کل فوج پڑی سو رہی تھی اور جو سپاہی پہرہ پر تھے وہ بھی بے خبری کی حالت میں تھے۔

ٹھیک دو بجے رات کو جب سخت اندھیاری ہو رہی تھی کیونکہ غلیظ اور مکدّر ابر نے تمام آسمان کو گھیر رکھا تھا یہ باغی فوج بیخبروں پر حملہ آور ہوئی خوش قسمتی سے حمیدہ بانو بیگم مختلف بیگموں اور امیر کے نام خط لکھہ رہی تھی کہ اسنے خوفناکی سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سُنیں اپنے پہرہ والے سپاہی کو آواز دی اسنے دہشتناکی سے یہ کہا حضور غنیم کی فوج آگئی یہ سُنتے ہی اسکے اوسان باختہ ہو گئے اور فوراً موزے چڑھانے اور زرہ بکتر پہنی شروع کئے۔ یہ ابھی سپاہیانہ پوشاک سے آراستہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ شریف حسن کے سواروں نے اسکے خیمہ کو آکر گھیر لیا۔ پھر پہرہ والا چلایا کہ دشمن نے محاصرہ خیمہ کا بھی کر لیا۔ اب حمیدہ بانو بیگم کے پیروں کی زمین نکل گئی اور اُسے یقین ہو گیا کہ اب میں گرفتار کی جاؤں گی مگر پھر بھی اپنی عالی حوصلگی سے اپنے اُسی استقلال پر قائم رہی اور اپنے موزے پیر سے نکال کر خیمہ کے باہر آئی دیکھا کہ میری فوج گھبری اور گڑبڑی کی حالت میں بیخبری میں قتل ہو رہی ہے اور میرے خیمہ کے گرد مخالفین کی بڑی جماعت محاصرہ کئے ہوئے کھڑی ہے اسوقت حمیدہ بانو بیگم کا کوئی مددگار نہ تھا۔ ہاں صرف خدا یا استقلال اور ہمت تھی کہ جسنے اسے ایسی حالت میں بھی برقرار رکھا۔ حمیدہ بانو بیگم کی حمیت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ یہاں سے جان بچاکر بھاگ جاوے کیونکہ اسکا بھاگنا نہ صرف تیمور کی اور اسکی بدنامی کا باعث ہوتا تھا بلکہ تمام لشکر کی جانیں بھی اسی کی فتح شکست کی مُٹھی میں تھیں۔ چنانچہ حمیدہ بانو بیگم نے زور سے آواز دی کہاں ہے او شریف حسن فریبی ذرا میرے آگے آ اور اپنی بہادری کے جوہر دکھا۔ یاد رکھو اے باغی سپاہیوں کہ ہمیشہ فریب و دغا سے مُنہ کالا ہوتا ہے اور کبھی ایسے شخص اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتے کہ جو خلاف وعدہ کرتے ہیں یہ سُنکر ایک سوار جو شریف حسن کا بڑا بیٹا تھا آگے بڑھا اور اسنے بڑے تپاک سے باآواز آداب عرض کیا اور گستاخانہ بیباکانہ طور پر یہ گویا ہوا۔ بیگم صاحبہ آپ محاصرہ میں آچکی ہیں اب آپ کا چھوٹنا محض ناممکن ہے۔ اگر آپ کی سمجھ میں آوے تو میں آپ سے کچھ عہد کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ مجھے بجائے اپنی شوہر کے قبول کرتی ہیں چنانچہ اسنے اس بات پر برافروختہ ہو کر فوراً ایک

تیر مارا تیر ایسا کاری تھا کہ وہ گھوڑے پر سے چت جا رہا۔ حمیدہ بانو بیگم کی غصہ کی آگ گو اب پوری بھڑک چکی تھی مگر پھر بھی وہ اپنے کو ایسا ہی تھامے ہوئے تھی کہ جیسے اپنے گھوڑے کی باگیں روکے ہوئے کھڑی تھی۔ اسی حالت میں یکایک اسنے اپنے باڈی گارڈ کو آواز دی۔ باڈی گارڈ کے سپاہی کی تعداد صرف پانسو تھی وہ اس لق و دق جنگل اور اندھیاری رات میں اپنی بیگم صاحبہ کو ادھر اُدھر دیکھتے پھرتے تھے پہلی آواز میں حمیدہ بانو بیگم کامیاب نہیں ہوئی دوسری آواز دینے کو تھی کہ شریف حسن نے ایک سواروں کے پرے سے حملہ کیا۔ یہ حملہ بل مین صاحب لکھتے ہیں کہ نہایت نامردی کا حملہ تھا شریف حسن میں اگر شجاعت کے کچھ بھی جوہر ہوتے تو وہ ہرگز یہ گوارا نہیں کرتا کہ ایک عورت کو اول تو فریب دے اور پھر تنہائی کی حالت میں اسپر یوں حملہ آور ہو۔ مگر اے حمیدہ بانو بیگم تیری ماں نے بس تجھے ہی جنا ہے کس سنجیدگی استقلال صبر اور بہادری سے پیترا بدلے ہوئے آگے بڑھی اور مخالف کی فوج سے ہم نبرد ہونے کے لئے مستعد ہوئی کہ شریف حسن بھی سکتہ میں ہو گیا۔

شریف حسن نے اپنے سواروں کو منع کر دیا تھا کہ جہانتک ممکن ہو یہ شجاع خاتون زندہ گرفتار کی جاے ہرگز کوئی تیر وغیرہ نہ مارے اور جبتک میں حکم ندوں کوئی حملہ نہ کرے۔ یہ حکم بھی حمیدہ بانو بیگم کے لئے ایک نیک فال تھی ورنہ اگر وہ ہزار بارہ سو سوار ملکر حملہ کرتے اور تیر برساتے تو حمیدہ بانو بیگم کا پتہ بھی نہیں لگتا جب حمیدہ بانو نے دیکھا کہ مخالف کا ایک گروہ میری طرف بڑھا مگر ساتھ ہی اسکو یہ تعجب ہوا کہ یہ وجہ کیا ہے جو یہ لوگ مجھپر حملہ نہیں کرتے شاید مجھے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سوچکر چاہتی تھی کہ ان پر حملہ آور ہو کہ شریف حسن نے ایک زور کی آواز میں یہ کہا۔ نوجوانوں فوراً ادھر کا رُخ کرو مخالفین نے مجھے گھیر لیا ہی وہ پریشان ہو کر واپس پھرے۔ حمیدہ بانو بیگم نے یہ موقع غنیمت پاکر پشت سے حملہ کیا اور یہ غل مچا کر کہا اب تمہارا فریب اور دغا معلوم ہوگی کہ میری مدد کو اور فوج بھی آ گئی۔ حمیدہ بانو کے اس افسوں نے کچھ ایسا کام کیا کہ شریف حسن کی فوج میں کھلا بلی پڑ گئی ادہر حمیدہ بانو کی فوج ہوشیار ہو کر کلہ بکلہ جنگ کرنے کو مستعد ہو گئی پھر جو جنگ کا گھمسان پڑا ہے الٰہی توبہ بھٹے کی طرح سر اُڑا اُڑ کر گر رہے تھے۔ سواے چخاچخ کی آواز اور تیروں کی جگر خراش سائیں سائیں کے اور کچھ نہ سُنائی دیتا تھا یا کہیں زخمیوں کی

دل ہلادینے والی صدائیں بلند ہو رہی تھیں وہ صدائیں جو سینہ کو چاک کئے ہوئے تھیں صبح تک برابر جنگ ہوتی رہی - حمیدہ بانو سخت زخمی ہوئی مگر زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ آخر کو حمیدہ ہی کی فتح رہی -

یہ فتح گویا زخموں پر ایک مرہم تھا جسنے اسے کسی قدر تندرست بنا رکھا تھا - حمیدہ بیگم کے دہنے ہاتھ میں سخت ضرب آئی تھی - شانہ اُتر گیا تھا اور پیشانی پر سخت زخم آیا تھا کیونکہ ایک گُرز نے خود کو ایسا پچکا دیا تھا کہ وہ ناک تک آ گیا اسی نے پیشانی پر کئی خونی خط کھینچ دئے تھے ان میں سخت زخم لگا تھا - غرض اوپری زخموں سے تو سارا بدن ہی چُور ہو رہا تھا مگر دو تین ایسے گہرے زخم تھے کہ جنہوں نے حمیدہ بانو بیگم کو مجبور کیا کہ وہ محاصرہ کو چھوڑ دے اور اپنی فوج کو سلطانہ کے قریب لیجا کر ڈالدے چنانچہ سخت بیعزتی سے حمیدہ بانو نے اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا اور وہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر سلطانہ آ پڑی -

کسی چیز سے زخموں کو آرام نہیں ہوا دن بدن تکلیف بڑھتی چلی گئی - جب حمیدہ بانو اپنی زندگی سے مایوس ہوئی تو اسنے اپنے لشکر کے سرداروں کو بُلا کر کہا کہ میری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے شاید میں دو چار دن کی اَور مہمان ہوں اگر میں جیتی رہی تو استخرہ کو ضرور فتح کرونگی اور جو مر گئی تو تم میری نعش کو قلعہ کی دیواروں سے ضرور لگا دینا -

سردار رونے لگے اور انہوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں - سلطانہ میں ایک بڑھیا عورت نے عرض کی کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں ۱۲ دن میں غسل صحت کرا دونگی - چونکہ حاذق اطبا کے علاج سے جو حمیدہ بانو کے ساتھ تھے کچھ آرام نہوا تھا اسلئے اسکو بڑھیا کی بات کچھ درست نہیں معلوم ہوئی اور اُسپر اتنا دھیان نہیں کیا - مگر اُس چالاک بڑھیا کے بار بار اصرار سے حمیدہ بانو نے اُسکا معالجہ منظور کر لیا -

کپتان مورٹر صاحب اپنی کتاب سفر ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایران کے ہر قریہ میں علاج کرنے والی عموماً عورت ہی ہوتی ہے کہ جسکو انگریزی میں نرس کہسکتے ہیں - یہ عورت جس گاؤں میں ہوتی ہے سب مرد و زن اسی سے اپنا اپنا علاج کراتے ہیں - خدا کی شان تھی کہ اُسکا علاج موافق آ گیا اور حمیدہ بانو کو آرام ہونے لگا ۱۲ دن میں حسب وعدہ اسنے حمیدہ بانو کو غسل صحت کرا دیا - اور اب پھر قلعہ استخرہ کی اُمنگیں حمیدہ بانو کی طبیعت میں موج زن ہونے لگیں جنکی ذکر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ بانو نے اس بڑھیا کو کیا کیا کچھ زر و

جواہر عطا کیا صرف یہی لکھنا کافی ہے کہ اسے ایسا مالامال کر دیا کہ اگر وہ اس دولت کو فضول خرچی سے بھی اُٹھائے گی جب بھی کئی پیڑھی تک اسکی دولت ہرگز نہیں گھٹے گی۔

اس شبخون میں حمیدہ کے ساڑھے تین ہزار سوار و پیدل مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے تھے ہنوز رسد کا سامان حمیدہ کے پاس بخوبی تھا اسی اولوالعزمی سے بانو نے قلعہ استخرہ کی طرف باگ اوٹھائی۔ بانو کو اس خفیف شکست نے تجربہ کار بنایا تھا اور اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مخالفین میں یہ قدرت ہے اور یہ مردانگی ہے اور ان کے جنگ کرنے کا طریقہ یہ ہے۔

جب بانو استخرہ کے قریب پہونچی تو اب کے چھ سات میل سے فوج نے مقابلہ کیا گو شریف حسن قلعہ ہی میں رہا اور صرف دو ہزار پیدل اور پانسو سوار اپنے داماد عبداللہ کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ غرض تین دن تک دونو لشکر خوب داد مردانگی دیتے رہے اسی دن قلعہ استخرہ کا محاصرہ بہت آسانی سے ہو گیا اور گیارہ دن میں اسے فتح کیا یہ فتح ماہ جولائی سنہ ۱۳۸۸ء میں ہوئی۔

شریف حسن تو میدان جنگ میں قتل ہو گیا تھا مگر اسکی تمام بیویاں بچے گرفتار ہو گئے تھے حمیدہ نے ان کے ساتھ فیاضانہ اور رحیمانہ برتاؤ کیا اور اپنے ایک معتمد کو استخرہ حوالہ کر کے بغداد میں تیمور سے آملی۔ یہ واقعہ ایک ایسا مشہور ہے کہ جسنے زبردستی تعریفی الفاظ اپنے لئے مورخین کے لئے مخصوص کرالئے ہیں۔ دوسرا واقعہ اور بھی قلمبند کیا جاتا ہے جس سے اسکی عقلمندی اور صبر و رحم معلوم ہوتا ہے۔ چند بیگموں کے بھکانے سے تیمور ایک موقع پر حمیدہ بانو سے کچھ کبیدہ خاطر ہو گیا یہانتک کہ عصمت پناہ خاتون نے بھی یہ پہچان لیا کہ میرا معزز خاوند مجھ سے رنجیدہ ہے مگر بانو کو رنجش کا سبب معلوم نہیں ہوا ایک دن کابل کے قلعہ پر چاندنی رات میں بیٹھا ہوا تھا۔ بانو بھی پہلو بہ پہلو موجود تھی تیمور نے اپنی رُکی ہوئی اور افسردہ آواز سے یہ کہا کہ بیگم دوتارہ پر کچھ گاؤ یہ موقع بانو کے لئے بہت بہتر تھا۔ اسنے اپنی دردانگیز آواز سے تیمور کو کچھ ایسا محو بنا دیا کہ وہ وجد انگیز خوشی کی حالت میں یہ کہہ اُٹھا بیگم میری ناراضی کا سبب تمہیں معلوم ہے حمیدہ بانو نے ذرا متعجب ہو کر جواب دیا نہیں حضور یہ کبھی یقین نہیں ہو سکتا کہ فرمانبردار لونڈی سے حضور ناراض ہوں گے یہ خداوند نعمت کیا فرماتے ہیں۔ تیمور نے چند منٹ خاموش ہو کر اسکا یہ جواب دیا شاید یہ تمہاری ازدیاد محبت کا تقاضا ہے کہ تم میری کبیدگی بھی محبت سمجھتی ہو ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ تم سے سخت ناراض تھا

مگر تمہاری موسیقی خیز گانے نے ان ناراضی کے نقوش کو میرے دل سے مٹا دیا جو تمہاری طرف سے پڑ گئے تھے اَب مَیں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ مَیں تم سے ناراض کیوں ہوا تھا جب تمنے مجھے ہندوستان کے معاملہ میں مشورہ دیا ہے اور تمہارے شورے سے مینے کامیابی حاصل کی ہے تو تمنے اپنی سہیلیوں میں بیٹھکر یہ کہا تھا کہ اگر میں امیر تیمور کی بیوی نہ بنتی تو اُسے کبھی کامیابی حاصل نہوتی جواَب ہو رہی ہے۔

حمیدہ بانو یہ سُنکر رونے لگی اور اسنے اسی رونکھی آواز میں یہ کہا مجھے خبر نہیں کہ مَیں نے اپنی بدقسمتی سے اپنے مخالف بھی پیدا کر لیئے ہیں۔ جہانتک میرا خیال ہے مَیں سچ کہتی ہوں کہ میرے خیال میں میرا کوئی ایسا مخالف نہیں ہے کہ جو مجھپر یہ افترا پردازی کریگا کیونکہ اب تک میری بھی کوشش یہی رہی ہے کہ مجھسے کسی کا دل نہ دُکھے۔ حضور وہ زبان جل جاے جس سے یہ الفاظ نکلے ہیں وہ دماغ خاک میں ملجاے جس میں ان باتوں کا خیال بھی سمایا ہو حمیدہ کی یہ باتیں کچھ ایسی پُر اثر تھیں اور خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب تیمور خوش ہو کہ آخر تیمور کا پہلا غضب افترا پرداز پر پلٹ پڑا اور اب تیمور کا قطعی ارادہ ہو گیا کہ مَیں اُسے ضرور قتل کا حکم دونگا۔

جسنے حمیدہ کی طرف سے بھڑکایا تھا یہ امپیریل نامی مسیحی خاتون تھی جس سے امیر تیمور نے ۱۳۸۰ء میں شادی کی تھی۔ امیر تیمور کے تیور حمیدہ کو معلوم ہوگئے وہ سمجھ گئی کہ امیر کا یہ غصہ جو میرے لیئے پک رہا تھا یکایک صبحکو امپیریل جسکا خطاب مسیحی بانو بیگم تھا پلٹ پڑیگا اَب یہ کیونکر ہو کہ اسکی جان بچ جائے ہر چند چاہا کہ اسی وقت سفارش کا کوئی موقع ملے لیکن نہیں ملا۔ صبحکو خواجہ سرا کو بُلا کر حکم کیا کہ مسیحی بانو بیگم کی مُشکیں کسکر یہاں لاؤ اور ایک قلماقنی بھی خنجر و طشت لیکر حاضر ہو۔

صرف حکم کی دیر تھی امپیریل آموجود ہوئی۔ رنگت زرد تھی۔ اور سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہی تھی اور اُسے یقین ہو گیا کہ میرا افسون اُلٹا مجھ ہی پر پلٹ پڑا۔ جب وہ تیمور کے آگے کھڑی ہوئی تو پہلو میں کرسی پر بانو بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

تیمور نے صورت دیکھتے ہی ایک زور کی آواز میں یہ کہا کہ اے مسیحی خاتون تو جانتی ہے کہ تجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے اور کس جرم میں تجھے سزاے موت دیجاتی ہے مسیحی خاتون نے سواے رونے اور زاری کرنے کی کچھ نہ کہا پھر تیمور ہی نے اصلی ماجرے سے

مطلع کیا کہ تو نے میری مشیر اور پیاری وفادار بیوی پر افترا پردازی کی تھی اور چاہتی تھی کہ حمیدہ قتل کیجائے مگر تیرا افسوں مطلق نہ چلا اور اُلٹا اسنے تیرا ہی فیصلہ کر دیا تجھے یہ خبر نہیں کہ کذب سے میں ایسا ہی جلتا ہوں کہ جیسے سچا مومن کفر سے (حمیدہ کیطرف اشارہ کر کے) تم اُٹھو اور اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کر ڈالو حمیدہ نے یہ موقع شفاعت کا اچھا دیکھا وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اسنے دست بستہ یہ عرض کیا اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں اشارہ ہوا کہو۔ حمیدہ دست بستہ یہ گویا ہوئی ابتک حضور جس بات پر مجھے فخر تھا افسوس یہ ہے کہ اسکا خون ہوا جاتا ہی اگر اب اور میرے بعد میری شہرت کی باعث ہوگی تو صرف یہی بات جسکی حفاظت میں نے اب تک کی اور جو اب برباد ہوئی جاتی ہے۔ اگر مجھپر رحم کھایا جائے تو خدا کی اس ودیعت کو برباد نہ کیا جائے جسکی طرف سے مَیں اسکی محافظ بنائی گئی ہوں تیمور کو یہ سُنکر سخت تعجب آیا اور وہ حیران ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائیں حمیدہ یہ تو کیا کہہ رہی ہے۔

حمیدہ (اپنی ٹوٹی ہوئی آواز سے) حضور میں اب تک صفت سے مشہور ہوں کہ مَیں نے آجتک کسیکا دل نہیں دُکھایا ہے اب دل دُکھانا تو کجا صرف میری وجہ سے ایک جان ماری جاتی ہے۔ اگر حضور کو مجھپر رحم آوے اور میری التجا پر کچھ توجہ مائل ہو تو یہ مسیحی خاتون آزاد کر دی جائے اور ہرگز اسکے خون سے زمین تر نہ کیجائے۔

غرض حمیدہ کی اس مستعدانہ شفاعت سے امیر تیمور نے مسیحی بیگم کی جان بخشی کی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں کہ جو دلچسپی بڑھاتے ہیں۔

حمیدہ نے ایک فرانسیسی ہملٹن نامی سے کچھ دن فرانسیسی زبان سیکھی تھی مگر اس خیال سے کہ کوئی نیا افترا پرداز نہ پیدا ہو اور جان کے لینے کے دینے پڑجائیں اسکو موقوف کر دیا تھا پھر وہ تیمور کے ہاں مترجم مقرر ہو گیا۔

آخر عمر میں عبرانی بھی خوب سیکھ لی تھی۔ حمیدہ کے انتقال کے کچھ دن بعد جب اسکے کاغذات ملے ہیں تو ان سے معلوم ہوا ہے کہ اسنے عبرانی کے محاورات پر بہت بڑے بڑے عالمانہ اعتراض کئے ہیں۔

ان اعتراضات سے صاف ایک قابل شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس بیگم کی کتنی قابلیت تھی اور اسکا اکثر وقت علمی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ گو علمی قابلیت جیسی کہ چاہیے

حاصل نہ تھی لیکن پھر بھی بغیر اُستاد کے سیکھے بعض بعض علم کی تھوڑی باتیں جانتی تھی۔ ہاں علم موسیقی میں اُسے خوب مہارت تھی اور وہ اپنی باقاعدہ خوش آواز سے وہ نکات موسیقی کے ادا کر جاتی تھی کہ بڑے بڑے موسیقی داں حیران رہ جاتے تھے حمیدہ جسوقت خالی بیٹھتی تو علم مثلث کی شکلیں کاغذ پر کھینچا کرتی تھی اور وہ یہ جانتی تھی کہ مجھے اس علم کا بہت کچھ حصہ ملا ہے اسکا دل یہ چاہتا تھا کہ مجھے تمام جہان کے ہنر اور فن آجائیں اور میں نہ صرف اپنے خلق اور بہادری میں مشہور ہوں بلکہ علوم مختلفہ میں بھی مجھے کمال حاصل ہو جائے۔

حمیدہ کو کچھ سینا پرونا آتا تھا ہاں زرہ بکتر خوب بناتی تھی جتنی زرہ بکتریں کہ امیر تیمور جنگ میں استعمال کرتا تھا وہ سب اسی کے ہاتھ کی بنائی ہوتی تھیں۔ اس سے بڑی جل جاتی تھی اگر کوئی اسکی تعریف اسکے مُنہ پر کر دیتا تھا۔

گو مسلمان ہو گئی تھی کبھی تنہائی کی حالت میں اپنے سابق زرتشت کی محبت پھر عود کر آتی اور وہ چقمق کو جھاڑ کر آگ کی پرستش کرنے لگتی پنجوقت نماز کی پابند نہ تھی نہ تیمور ہی پابندی سے پنج وقتہ نماز ادا کرتا تھا۔ باایں ہمہ حمیدہ بانو اپنے وقت کی باحیا اور بہادر خلیق عورت ہوئی ہے۔

سیتھم نے اسکی بابت بہت کچھ تحریر کیا ہے وہ لکھتا ہے۔ حمیدہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتی تھی کہ اپنے غضبناک جوشوں اور نفسانی خواہشوں کو اپنا مطیع بناؤں۔

اسنے اپنے ایک خط میں جو ایک آتش پرست کے نام لکھا ہے اپنے خیالات مذہبی ظاہر کردیے ہیں چونکہ خط کا مضمون بہت دلچسپ ہے اسلیئے سیتھم کی تاریخ نسواں سے ہم نقل کرتے ہیں۔ وہ ہو بہو

رکن اعظم مذہب زرتشتی جمشید آدینہ

حضور کا خط مجھے پہونچا۔ آپ نے میری حالت اور میری خیالات پر جو کچھ افسوس کیا ہے میں نہیں جانتی کہ اسکا کیا جواب دوں۔ آپکا یہ لکھنا کہ میں تیمور کی بیوی بنکر مسلمان ہو گئی شاید صحیح ہو وجہ یہ ہے کہ شادی سے پہلے میں مسلمان ہو گئی تھی۔ اب یہ سوال کہ تجھے اسلام میں کونسی بات معلوم ہوئی جو تو مسلمان ہو گئی نہایت باریک اور سخت ہے۔ چونکہ پسند و ناپسند کا تعلق دل سے ہے اور دل کی کیفیت ظاہر کرنیکے لیئے انسانکی زبانمیں الفاظ نہیں پیدا ہوئے اسلیئے میں سیقدر

لکھنا کافی جانتی ہوں کہ میرے دل کا میلان ہی اس طرف ہی اس میں میرا کیا بس ہے - رہا یہ کہ زرتشت کی عزت میرے دل میں ہے یا نہیں اس بات کا خدا گواہ ہے کہ میں زرتشت کی ویسی ہی توقیر کرتی ہوں جیسی آتش پرستی کے زمانہ میں تھی -

یہ اسکی طول طویل خط کا خلاصہ ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی کتنی قابلیت ہے اَب اُن عمارتوں کا بیان کیا جاتا ہے جو اُس نے بنوائی تھیں -

یہ عمارتیں تیمور کے مرنے کے بعد اسنے بنوائی تھیں - دو شفا خانے - چار مدرسے - تین مسافرخانے اَب تک عربستان میں اسکے نام کی یاد دے رہی ہیں - ارض روم میں اسنے ایک مسجد بنوائی تھی اس میں ایک مسافرخانہ اور ایک کتب خانہ اور ایک مدرسہ تھا - گو وہ اب ویران پڑا ہوا ہے لیکن پھر بھی حمیدہ کی شان و شوکت دیوار و در سے آشکارا ہے -

اس وسیع مسجد کا نام مسجد حبیبیہ ہے - اس میں بیس لاکھ روپیہ لاگت کے لگے تھے مگر مختلف حملہ آور اسکی قیمتی ستون اور پتھر اکھیڑ اکھیڑ کر لے گئے اَب وہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے یا عرب اپنی مویشی چراتے ہیں -

جب تیمور کا انتقال ہوا ہے تو تیمور کی دو بیویوں کا اسکے سامنے ہی انتقال ہو چکا تھا مگر صرف حمیدہ اور عباسہ زندہ تھی - جب تیمور کو بخار چڑھا ہے اور اسکی بُری حالت ہوی ہے تو حمیدہ نے اُسی جانکندنی کی حالت میں تیمور سے کہا آپ میرے لئے کیا حکم کرتے ہیں -

تیمور پر چونکہ کرب کی حالت ہوئی تھی اسلیئے اسنے اشارہ سے روکدیا کہ ذرا ٹھر جاوٗ - کوئی پندرہ منٹ کے بعد سنبھل کر اسنے یہ کہا پیاری میں اپنی زندگی ہی میں یہ فرمان جاری کر دیتا ہوں کہ میرے پیچھے تم سلطانہ بنائی جاوٗ - یہ کہکر تیمور بیہوش ہو گیا اور پھر مرتے دم تک اسے ہوش نہ آیا

جب تیمور کا انتقال ہو گیا ہے اور میراں شاہ ایک عظیم الشان کشت و خون کے بعد تخت پر بیٹھا تو حمیدہ نے اس سے رخصت چاہی میراں شاہ حمیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا ہرچند اسنے چاہا کہ میں اپنی سوتیلی ماں کو اپنے پاس رکھوں لیکن حمیدہ کو نصیب نہیں ہوا اور سیدھی زر و جواہر لیکر طفلس جو حال میں کوہ قاف کا دارالخلافہ ہے چلی گئی - حمیدہ کے ساتھ صرف اسکی جان نثار دس لونڈیاں تھیں جو اپنی بیگم پر جان نثار کرتی تھیں اور اسکے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانا فرض سمجھتی تھیں -

طفلس کا خوش منظر اسے اچھا معلوم ہوا اور اسنے ارادہ کیا کہ اپنی مستعار عمر کا باقیماندہ حصہ طفلس میں

صرف کردوں - یہاں اسنے اپنے لئے کوہ کری پر ایک نفیس عمارت بنوائی اور وہاں رہنے سہنے لگی چونکہ حمیدہ بانو بیگم ہر دلعزیز تھی اسلیئے میراں شاہ جلال الدین کے بعض بعض خود غرض کاموں سے بتنگ آکر اکثر حمیدہ کے پاس عرضیاں بھیجا کرتی تھی کہ اگر تم ادھر ارادہ کرو تو ہم میراں شاہ کو قتل کر ڈالیں اور امیر تیمور کی وصیت کے بموجب تمہیں سلطانہ بنادیں لیکن اس سیر چشم خاتون نے کبھی سلطنت کی پروا نہیں کی اور ان کا جواب لکھتی رہی کہ اگر اپنے دین و دنیا میں سرخرو کرنا ہے تو اپنے نامدار آقا کی اطاعت کرو ورنہ دونو جہان میں ناکام رہوگے - اسکی نیک نیتی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ سلطنت پر بھی لات ماری اور ذرا توجہ نہ کی -

تیمور سے سات بچے ہوئے اور ساتوں شیر خوار کی حالت میں مر مر گئے - کوئی بال بچہ نتھا کہ جس سے یہ دل بہلاتی صرف شب و روز سوائے کتب بینی کے اور کچھ کام نتھا - حمیدہ بازار و بازاروں باغوں جنگلوں کی سیر گھوڑے پر چڑھکر کیا کرتی تھی - تیمور نے ہاں بھی اسنے پردہ نہیں کیا آخری عمر میں اپنے ساتہ ایک داغ لی گئی اور وہ داغ اسکے پاک دامن پر متعصب مورخوں نے لگایا ہے -

مسٹر جانسن اپنی کتاب ڈی وویس آف ایشیا کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں کہ ہرچند حمیدہ نے کوشش کی کہ میرزا سلیمان گورگانی کی عشق کی آگ کو چھپائے لیکن ممکن نہیں ہوا - یہ شہزادہ شاید ۲۰ برسکی عمر کا تھا اور حمیدہ عموماً باغوں کی سیر اسکے ساتہ کیا کرتی تھی جس سے لوگوں کی بدگمانی کو ترقی ہوئی آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ حمیدہ اپنی باندیوں کو ساتہ لیکر باطوم چلی گئی -

مگر پھر بھی صاحب بہادر آگے جاکر لکھتے ہیں کہ شہر والے اور کوئی وجہ اپنی بدگمانی کی سوا اس کے اور کچھ نہیں بتا سکتے کہ انہوں نے ان دونوں کو اکثر بار تنہا ساتہ ساتہ پھرتے ہوئے دیکھا ہے - یہ ایسی کوئی مضبوط وجہ اپنی بدگمانی ممالک مغربی میں نہیں ہوسکتی چونکہ مشرقی بدگمان بہت ہوتے ہیں اسلئے ایسی ایسی باتیں بنادینی ان کے آگے کچھ بات نہیں رکھتیں -

ہم جہاں تک اس پاک خاتون کے چال چلن کا اندازہ کرسکتے ہیں یہ ہے کہ وہ ایک پاکباز اور جانباز خاتون تھی شجاع مرد ہو یا عورت وہ ہرگز شنیع فعل کی طرف رغبت نہیں کرتا -

مگر جلال الدین شیر دیہ جو طفلس کا اعلیٰ درجہ کا مورخ ہے وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے

ایسی ایسی بیہودہ خبریں کہ جنکا سر نہ پیر میرزا سلیمان گورگانی اور حمیدہ بانو بیگم ملکہ حضرت جنت آشیانی سلطان المعظم امیر تیمور صاحبقراں مرحوم مغفور کی نسبت سنتا رہتا ہوں لیکن جب بذات خود میں ان خبروں کی جانچ پرتال کرتا ہوں تو ان کی سراسر کذب میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا۔ کوئی کچھ اُڑاتا ہے اور کوئی کچھ مشہور کرتا ہے مگر یہ ساری گپیں میرزا سلیمان گورگانی کے دشمنوں کی ہیں ورنہ نہ تو حمیدہ ایسی ہے اور نہ یہ نوجوان شہزادہ ایسے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر کئی مورخ اسکے خلاف لکھتے ہیں اور وہ حمیدہ کے چال چلن کی نسبت اپنا شبہ ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمیوں کا کہنا غلط نہیں ہوسکتا کچھ نہ کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہوگا مگر مل مَین صاحب نے اس امر کا فیصلہ اپنی کتاب میں صاف صاف کردیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہماری سخت بزدلی ہی کہ ہم ایسا نامردی کا حملہ اس شجاع خاتون پر کریں کہ جو امیر تیمور کی ملکہ تھی اور جسنے اپنی جوانمردی اور عالی حوصلگی سے اس قہار سلطان کو اپنا مرید کرلیا تھا اور صرف اپنی بیجگری سے کئی سخت سخت مہمیں سر کی تھیں۔ کوئی واقعہ بدقسمتی سے میری نظر ایسا نہیں پڑا کہ جس سے مَیں بھی اپنی تاریخ کے حروف مشتبہ سیاہی سے مرقوم کرتا لیکن مَیں اپنے سچے دل سے کہتا ہوں کہ مَیں نے جہانتک تاریخوں کے صفحے اُلٹے ہیں کوئی بھی ایسی گواہی نہیں دیکھی جس سے اس عصمت پناہ خاتون پر کوئی بدنما الزام قایم کرنیکی جرأت کرتا۔

یہانتک مل مَین صاحب کی عبارت ہوئی اب ہم انصاف کرنیکے لئے اپنی ناظرین کتاب پر چھوڑتے ہیں

جہانتک حمیدہ کی تاریخ پر نظر جاتی ہے اسقدر تو معلوم ہوا کہ میرزا سلیمان گورگانی سے اسے دلی محبت ہوگئی تھی اور یہ محبت پاک محبت تھی جیسی سگی بہنوں میں ہوتی ہے۔

حمیدہ کا ایک خط جو میرزا سلیمان گورگانی کے نام لکھا ہے جلال الدین شیرویہ نے اپنی روزنامچہ میں نقل کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ حمیدہ کو نوجوانوں سے کیسی محبت تھی۔ وہ خط ہم بجنسہ درج کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

محبت و مودت پناہ میرزا سلیمان گورگانی

ابھی مجھے تمہارا خط پہنچا تمہاری ناسازی طبع سُنکر مجھے رنج ہوا۔ میں تم سے اسی لئے بار بار کہتی تھی کہ تم زیادہ رات کو کتابیں نہ دیکھا کرو مگر تم اپنے سچے شوق میں کچھ نہ سنتے تھے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ تم مریض ہوگئے اب مجھے تمہاری صحت کی دعا مانگنا پڑی خدا کرے تم بہت جلد اچھے ہوجاؤ کہ پھر ہم تم ساتھ بیٹھکر کتابیں دیکھا کریں فقط۔

یہ رقعہ کچھ ایسا مبہم ہے کہ اس سے کچھ نہیں کھلتا کہ آیا ان دونوں میں کس قسم کی محبت ہی لیکن جب طفلس کے اعلیٰ حلقوں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا اور یہ قابل تنفر خبریں حاشیے چڑھ چڑھ کر حمیدہ کے پاس آنے لگیں تو حمیدہ نے ناچار طفلس چھوڑ دیا اور باطوم جا رہی مگر اس کا طفلس چھوڑنا ہی غضب ہوا اب سبکو تصدیق ہو گئی اور جن کو شبہ تھا کہ یہ پارسا ہے جاتا رہا۔

یقین دلانے والی بات ایک یہ بھی تھی کہ چلتے وقت میرزا گورگانی کے لئے اپنے مکان کو مع امیرانہ ساماں کے حوالہ کر گئی۔ سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اسکے جانے کے چند ہی روز بعد میرزا سلیمان کا بھی درد قولنج سے انتقال ہو گیا۔ اسکا مرنا کیا ہوا لوگوں کے ہاتھ ایک بات لگ گئی کوئی کہتا تھا زہر کھا کر مر گیا اور کوئی کہتا تھا کہ فراق میں تباہ ہو گیا۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ خود زہر دیکر چلی گئی کہ کہیں میری زیادہ بدنامی اسکے زندہ رہنے سے نہووے۔ غرض اسی قسم کی گپیں بہت دھوم دھام سے طفلس میں اُڑنے لگیں اور گمنام خط باطوم میں حمیدہ کے پاس پہونچنے لگے کوئی آخر حمیدہ وہاں بھی ٹھہری اور سیدھی شہروں کو پھلانگتی ہوئی قسطنطینہ چلی آئی یہاں واقعی اسکو بہت آرام ملا کیونکہ یہ اسنے بڑی ہوشیاری کی تھی کہ کسی کو قسطنطینہ میں یہ نہ معلوم ہو کہ یہ امیر تیمور کی بیوی ہے تو پھر آزادی میں خلل پڑ جائیگا۔ قسطنطینہ ہی میں اسکی عمر کا پیالہ لبریز ہوا اور اسی سرسبز شہر میں چھلکا۔ یہاں حمیدہ کو ترکی خواتین کی تاریخ لکھنے کا اچھا موقع ملا کیونکہ جو نوٹ اسنے سفری مشاہدوں اور کتب بینی کی تحقیقات میں کرلئے تھے یہاں شائستہ عبارت میں انہیں قلمبند کرنے کا اچھا موقع ملیگا۔ ترکی خواتین کی تاریخ ایک ضخیم جلد میں مدون ہے اس میں ۴۰ ابواب ہیں۔ اس کتاب میں ترکوں کی خواتین کی عادت۔ طرز معاشرت باہمی میل جول۔ تہذیب۔ اپنے خاوند کے ساتھ محبت۔ خانہ داری کی انتظامیہ کیفیت۔ غرض سب مفصل طور پر لکھی ہے۔ اور پھر یہ بھی بتائی گئی ہے کہ عورتوں کو کیونکر انتظام خانہ داری کرنا چاہئے وہ کونسی باتیں ہیں کہ جن سے خواتین اپنے متعلقین کی نگاہوں میں وقعت سے دیکھی جائیں اور ان کا خاونداں سے ہمیشہ خوش رہوے۔ غرض اسی قسم کی نصیحتانہ باتیں اسمیں درج ہیں۔

اسی کتاب میں ماؤں کو بچوں کی پرورش کے طریقے بھی بتائے ہیں اور سکھایا ہی کہ شہزادیاں اپنے بچوں کی کیونکر پرورش کریں اور ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کریں کہ ان میں زنانی بو باس نہ کر جائے۔

دوسری کتاب جسکا نام "تیمور کی فتوحات ہند میں" ہے ایک لاجواب تاریخ ہے۔ اس میں

حمیدہ نے ان مورخوں کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے کہ جنہوں نے ابتدائی فتوحات سے تیمور کیا ہے - جو باتیں کہ تیمور کی اس میں لکھی ہیں کسی اور تاریخ میں کم دیکھنے میں آئی ہیں - تہائی پہلے کتاب میں تو امیر تیمور کے چال چلن - مزاج خصلت پر بحث کی ہے اور باقیماندہ حصہ میں مختصر طور پر کچھ اپنا تذکرہ لکھا ہے - اپنی پیدائش کی ساری کیفیت اور اپنے خاندان کا مفصل حال درج ہے - خیر اسکے اور حالات کو لکھکر میں طول نہیں دینے کا لیکن اسکے مسلمان ہونے کیفیت ضرور لکھنی باقی ہے جس میں دلچسپی کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہے - یہ کتاب چونکہ اسی کی تصنیف سے ہے اسلئے اسنے اپنے واقعات اپنی قلم سے لکھے ہیں حمیدہ نے لکھا ہے کہ میری پیدایش خاندان کے میں ہوئی میرا باپ یزدانی اپنے کو کاؤسی کہتا تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ کیخسرو کی نسل میں ہیں -

خیر یہ میں نہیں کہہ سکتی کہ آیا میرے باپ کا خیال صحیح ہے لیکن پھر بھی یہ لکھتی ہوں کہ ہم شرفائے ایران میں سے ہیں -

حضرت عمرؓ کے حملے کیوقت سے اکثر خاندان مسلمان ہوگئے تھے چنانچہ میرے خاندان کے بھی اکثر بزرگ مسلمان گذر گئے - میرا باپ کسی کی تلقیں اور وعظ سے مسلمان نہیں ہوا بلکہ ہوش سنبھالتے ہی بچپن ہی سے وہ اپنے آتش پرستی طریقہ پر مشتبہ تھا -

وہ اکثر دوسروں سے بحث کیا کرتا تھا کبھی عیسائی مذہب کی جانچ پڑتال کرتا - اور کبھی یہودیوں کی توریت کو ٹٹولتا آخر شدہ شدہ اس گفتگو کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ وہ مسلمان ہوگیا میری ماں نے جب اپنے خاوند کو مسلمان دیکھا وہ مسلمان ہوگئی اب میں رہ گئی میری عمر پوری گیارہ برسکی تھی گو میں ابھی بچہ ہی تھی لیکن مجھہ میں خداداعقل ایسی تھی کہ میں بغیر سوچے سمجھے کوئی بات نہ کرتی تھی اور ہر بات کی فطرت میں پیٹھنے کی کوشش کرتی تھی جب میں نے اپنے والدین کے یہ صورت دیکھی تو میں سخت پریشان ہوئی کہ اب کیا کروں مگر میں اپنے والدین کی تعریف کرتی ہوں کہ اُنہوں نے مسلمان ہونے پر بھی مجھہ سے یہ نہ کہا کہ تو بھی مسلمان ہوجا بلکہ میرے باپ نے نہایت شفقت سے کہا پیاری ام الحبیب تو ہرگز کچھ شش و پنج نہ کیجو تجھے اختیار ہے کہ چاہے تو زرتشتی رہ اور دساتیر پر ایمان رکھہ اور چاہے مسلمان ہوجا - میں تیرے خیالات میں تجھے پابند نہیں کرنا چاہتا -

اپنے پیارے باپ کی یہ مشفقانہ تقریر سُنکر میں بہت خوش ہوئی اور اب میں آزادی سے دونو

مذہب کے اصول پر غور کرنے لگی آخر نتیجہ یہ ہوا کہ میں بھی تیرہ[13] برس کی عمر میں مسلمان ہوگئی - میرے مسلمان ہونے سے میرے والدین بہت خوش تھے کیونکہ اُنھیں معلوم تھا کہ میں نے خوب سمجھ بوجھکر اسلام قبول کیا ہے - میرا کوئی بھائی نہیں تھا اسلئے میرے باپ کو یہ ارمان تھا کہ وہ مردانے کپڑے پہنایا کرتا تھا اور لڑکوں کی طرح مجھے ہر قسم کی علمی اور سپاہیانہ تعلیم دلوایا کرتا تھا پہلے میں نے گھوڑے پر چڑھنا سیکھا - اور پھر تیر اندازی کی تعلیم پائی غرض سپہ گری کے جتنے فن ہوتے ہیں وہ سب میں نے بطرز احسن سیکھ لئے - عموماً مسلمان رئیسوں کی صحبت ہمیں رہتی تھی لیکن میں اپنے وقت کو اکثر خلیفہ کے بچوں میں صرف کرتی تھی میں اور وہ اس طرح ہل جل کر زندگی بسر کرتے تھے جیسے بہن بھائی رہتے ہیں - انکی صحبت میں میرا حوصلہ بھی بڑھ گیا اور میری عام واقفیت میں بھی ترقی ہونے لگی -

مجھے علم حاصل کرنیکا زیادہ موقع نہیں ملا لیکن پھر بھی صرف خلیفہ کے بچّوں کی صحبت میں میں نے علم حاصل کیا وہ اس سے زیادہ تھا اگر مجھے گھر میں تعلیم دیجاتی - پھر میں مدرسہ حربیہ سلطانیہ میں بھرتی ہوئی یہاں میں نے جنگ کے کل اصول سوا برس میں سیکھ لئے - اس اثنا میں میرے پاس کئی پیغام شہزادوں کے نکاح کے لیئے آئے لیکن میں نے انکار کیا کیونکہ میں نے قطعی ارادہ کرلیا تھا کہ میں حتی الوسع اپنی شادی کبھی کسی سے نہیں کرونگی - میں نے دیکھ لیا تھا کہ اُن بہنوں کو کتنی مصیبت ہوتی ہے کہ جنکا خاوند برا نکلتا ہے اور پھر انہیں ناک چنے چبانے پڑتے ہیں - میرے والدین سے اگر کوئی درخواست کرتا تو وہ صاف کہدیتے کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے چونکہ بموجب اصول اسلام کے وہ اپنی شادی کرنے کی آپ مجاز ہے - اسلئے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے جہاں وہ راضی ہو ہم بھی خوش ہیں -

جب میری اُنیس[19] برس کی عمر ہوئی تو میں اپنے باپ کے ساتھ بایزید کے ہاں فوج میں نوکر ہوئی گو بایزید ایک مجھ ایسی نوجوان حسینہ لڑکی کو مردانہ میں رکھتے جھجکتا تھا مگر میری آتش زبانی نے اسکے تمام تذبذبات کو کھودیا اور آب آزادی سے اسنے اپنی فوج میں مجھے لفٹنٹ کا عہدہ دیا میں چوبیس[24] برس کی عمر تک اپنے ہم پیشہ سپاہیوں میں اسطرح رہی کہ جیسی سگی بہنیں بھائیوں میں رہتی ہیں — مجھے خوب یاد ہے کہ بڑے نامبارک جوش کبھی میری طبیعت میں نہیں اُٹھے گو میں خوبصورت نوجوان قوی عورت تھی لیکن خدا کی شان ہے کہ مجھے کبھی اپنی نوجوانی کی اُبھار دیکھنے کا شوق نہیں ہوا کیا میری طبیعت ہی صاف تھی یا یہ بات تھی کہ کوئی نوجوان

کبھی کسی حالت میں میری طرف بُری آنکھ سے نہ دیکھتا تھا جب کبھی جنگ میں جانے کا اتفاق ہوتا تھا یا بایزید مصنوعی جنگ کرنیکا حکم دیتا تھا تو میں اگرزیادہ مردوں سے کام نہ کرتی تھی تو ان سے کبھی کم بھی نہ کرتی تھی - بایزید مجھسے بیٹیوں کی طرح محبت رکھتا تھا اور بار بار میرے فوجی کام دیکھکر اپنے ہاتھ سے انعام دیا کرتا تھا - لیکایک اسی اثنا میں بایزید کا تیمور سے مقابلہ ہوا کئی خونخوار جنگوں کے بعد بایزید کو شکست ہوئی اور میں بہت سے جان نثاروں کے ساتھ گرفتار ہو گئی -

بس مسٹر ہاربرٹ کے ترجمہ سے جانسن نے صرف اسی قدر نقل کیا ہے - جو ہمنے ہدیۂ ناظرین کیا - مگر تعجب یہ ہے کہ مسٹر ہاربرٹ جسنے اسکی کتابوں کا ترجمہ کیا ہی کہیں میرزا سلیمان گورگانی کی بابت کچھ ذکر نہیں کیا - بلکہ جہانتک ان کی انٹروڈیکشن میں دیکھا ہے حمیدہ کے چال چلن کی تعریف ہی لکھی ہی - خیر مجھے جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکا اب میں اسکی دوسری کیفیت پر بحث کرتا ہوں کہ جو اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے -

اپنی بیوگی کی حالت میں جب اسنے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسکے کھنڈر اب بھی ناظرین کو افسردگی دے رہے ہیں تو اسکے علم کی دھوم تمام ملک میں مچگئی - اس مدرسہ میں عربی - ترکی - اور اسنسکرت یونانی کے تمام علوم پڑہاتے جاتے تھے - تین پنڈت ہندوستان سے بھی گئے تھے - اور بغیر دارالخلافہ یونان سے کئی پروفیسر لٹریچر کے لئے منگائے - کئی پرنسپل قاہرہ سے طلب کئے آٹھ سو لڑکے اس کالج میں پڑھتے تھے یہ کالج شلنطینہ میں بنایا گیا تھا - کبھی کبھی خود بھی مختلف علوم پر پروفیسروں پرنسپلوں سے گفتگو کرتی - مگر یہ کالج شاید تین برس رہا ہوگا کہ ایکدن جب تعلیم ہو رہی تھی لیکایک بجلی گری اور یہ بجلی ایک ہی چھت پر نہیں گری تھی بلکہ ایک لمحہ میں کئی درجوں کو توڑ دیا اور دوسو پچاس طلبہ کی جانیں ضائع گیں - گیارہ ماسٹر بھی راہی ملک بقا ہوئے -

یہ صدمہ ایسا جانگداز تھا کہ جسنے کمر کو دہرا کر دیا طلبہ آٹھ آٹھ آنسو روتی تھی اور اپنا سر پیٹتی تھی مگر یہ سب بے سود تھا آخر اس کالج کی پھر مرمت کرائی اور کئی مہینہ کے بعد دوبارہ سلسلۂ تعلیم شروع ہوا -

گیارہ مہینے نہ گذرے تھے کہ ایشیائے کوچک میں جنگ چھڑ گئی اور پھر حمیدہ بانو کو بھی مجبوراً شلنطینہ سے کوچ کرنا پڑا

۴ برس کی عمر میں جب احمریہ میں تھی ایک سخت مرض کا دورہ ہوا جسنے حمیدہ کو یقین دلادیا

کہ تو اب بہیں نہ رہیگی ایک دن شب کو جب بہت طبیعت گھبرائی تو اپنے مصاحب سے یہ کہنے لگے خدا کا شکر ہے کہ جس آزاد طبیعت کی میں پیدا کی گئی تھی اسی آزادی سے میں نے اپنی عمر گذار دی - اللہ کا ہزار شکر ہے کہ میں تیمور کی بھی ملکہ بنکر اُسیطرح آزاد رہی مجھے ایک حسرت ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کالج کو سرسبزی کی حالت میں نہ دیکھا کاش اُمید کے موافق سرسبزی ہوتی اور طلبہ پاس کرکے نکلتے تو مجھے وہ متحقق شادمانی حاصل ہوتی کہ قیامت تک اس کا اثر میری رُوح سے نہ جاتا مگر خیر یہ میری تقدیر میں نہ تھا کہ میں اس نیک نامی اور ناموری کی مرجع بنتی - اس کالج پر میرے سامنے ہی بجلی گری اور کمبخت جنگ نے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی ؎ درد اچہ گویمت کہ چہا کرد روزگار * با ما ہر آنچہ کرد جفا کرد روزگار * مصاحب جو عرب تھی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر یہ کہنے لگی حضور بیگم صاحبہ آپ کی نیک نیتی کا ثواب تو آپ کو ہو چکا اب چاہیے جو کچھ خدا کی مرضی ہے وہ ہو کر رہے گی مگر آپ کے مرض کی حالت ایسی خراب نہیں ہے کہ جس سے زندگی کی طرف سے مایوسی ہو جائے اس وقت گرمی سے گھبراہٹ ہے آپ ہرگز مایوس نہ ہوں اور خدا پر نظر رکھیں جس طبیب حاذق کا علاج ہے وہ ایک نامی طبیب ہے اسنے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں آٹھ دس دن میں تمہاری بیگم صاحبہ کو اچھا کر دوں گا -

حمیدہ کو اپنی طبیعت پر مَرَض کا غلبہ معلوم ہوتا جاتا تھا اور مصاحب یہ تسکین آمیز الفاظ زبان پر لا رہی تھی - اصل میں مَرَض کی زیادہ شدت نہ تھی مگر گھبراہٹ کی وجہ یہ تھی کہ حمیدہ کا دل ٹوٹا ہوا تھا - اسکی آرزوئیں اور امیدیں خاک میں رل گئی تھیں -

مجھے طبیب کا ذکر کرنا مدنظر ہے - یہ شخص تقریباً ساٹھ برس کا تھا مگر اس کے ہاتھ پیر ایسے قوی تھے کہ جس سے اسکی عمر نہیں چھپتی تھی اور وہ خاصہ سرخ و سفید تھا چونکہ گورنمنٹ احمریہ میں یہ موقر اطبا میں گنا جاتا تھا اسلئے حمیدہ نے اسی کا علاج شروع کیا تھا - حمیدہ کی عمر گو ادھیڑ تھی لیکن اسکی اتقا کی پاکیزگی اور عصمت کی تمتماہٹ اچھے ہونے پر چہرہ پر ایسی درخشانی کرنے لگی کہ شیخ عین الیقین نامے طبیب

از خود حمیدہ پر فریفتہ ہوگیا۔ رل مئی صاحب نے اپنی کتاب میں شیخ عین الیقین صاحب کے رنگین تذکرہ کو بڑے چٹپٹے الفاظ میں لکھا ہے چونکہ یہہ واقعہ نہایت لذیذ ہے اور اس کا اشارہ حمیدہ بانو نے خود اپنی کتاب میں کیا ہے اسلئے اس کی صحت میں شبہ نہیں کیا جاتا۔

رل مئی صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ عین الیقین صاحب گو ایک بڑے باوضع بزرگ تھے لیکن پھر بھی حمیدہ کے چہرہ کی صفائی اور اس کے خلق نے حمیدہ پر شیدا بنا دیا۔ مگر افسوس یہہ ہے کہ رفتہ رفتہ محبت کے یہہ جوشیلے جذبے جو پہلے صفائی اور پاکیزگی سے طبیعت میں اٹھے تھے خراب اور ناواجب جذبوں میں بدل گئے اور جب حمیدہ اچھی ہوگئی اور نہا دھو کر فارغ ہوئی تو شیخ عین الیقین صاحب بہت افسردہ ہوئے کہ جس بہانہ سے ہم یہاں آتے تھے وہ بہانہ تو جاتا رہا اب میں کیا کرونگا کیونکر مجھے اسکی زیارت نصیب ہوگی۔ جب حمیدہ بانو بیگم نے خلعت اور اشرفیاں دیکر رخصت کیا تو عین الیقین نہایت افسردہ ہوکر یہہ کہنے لگے۔ بیگم صاحب خدا نے اپنے فضل وکرم سے تمہیں اچھا کردیا الحمدللہ کہ آپ اب صحیح وسالم ہیں مجھے قدرتی طور پر آپ کے خلق اور صاف طینتی سے الفت ہوگئی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کبھی کبھی سلام کو حاضر ہوا کروں۔

حمیدہ کی طبیعت بقول رل مئی صاحب کے صاف اور بے لوث تھی اسلئے اسنے بہت خوشی سے شیخ کو اجازت دی کہ جب آپ کا دل چاہے تشریف لے آیا کریں یہ اجازت گو معمولی الفاظ میں تھی لیکن عین الیقین صاحب کے گھرے ہوگئے اور وہ اسقدر خوش ہوئے کہ جسکی انتہا نہیں اب انہوں نے اپنا وقت مقرر کرلیا کہ مغرب کی نماز پڑھی اور داخل دفتر ہوئے رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ نگاہوں سے میل ظاہر کرتے کرتے زبان سے بھی کچھ عرض کرنے لگے یہ باتیں طبعی حمیدہ کو بری معلوم ہوتی تھیں اور وہ ان سے بہت چڑتی تھی مگر اس تنفر پر بھی اسنے کچھ نہ کہا اور ادہر ادہر کی باتوں میں ٹال دیا مگر وہ حضرت باز نہ آئے اور الخاموشی نیم رضا سمجھکر دوبارہ یہ الفاظ منہ پر لائے۔ محبت کرنا کچھ گناہ وجرم میں داخل نہیں ہے اے حمیدہ بانو بیگم جب تک تو میرے قلب پر ہاتھ نہ رکھے گی اسے تسکین نہیں ہو سکتی میں تجھ سے بہ لجاجت عرض کرتا ہوں کیا تو مجھے قبول کرتی ہے۔

صرف اس درخواست نے عصمت پناہ خاتون کے تن بدن مین آگ لگادی مگر پھر بھی اس نے اپنے غصہ کو بہت پیا اور نہایت پیا اور نہایت سنجیدگی کی حالت میں اپنے کو ضبط کرکے یہ بولی میرا آپ سے پہلا کوئی تعلق نہیں ہے صرف اس بدنصیب احمر یہ میں آنے سے اتفاق سے میں بیمار ہوگئی اور بیمار ہوکر آپ کی ملاقات نصیب ہوئی مگر مریض کا طبیب سے اُسی وقت تک تعلق رہتا ہے کہ جب تک وہ مریض ہوا اور جب اچھا ہوگیا پھر تعلق کس بات کا مگر آپ نے مجھ سے اَور بھی تعلق بڑھانا چاہا میں نے اس خیال سے کہ آپ میرے والد کے برابر ہیں اور میں پردیسن ہوں کیونکہ چند ہی روز میں یہاں اور رہوں گی اور پھر میرا ارادہ آنے جانے کا ہے ۔ منظور کرلیا ۔

یہ سُنکر بجاے اسکے کہ طبیب کچھ معذرت کرتا یہ کہنا شروع کیا آپ خواہ کچھ ہی باتیں کیوں نہ بنائیں مَیں تو آپ کو دل دے چکا ۔ عین الیقین کے ان الفاظ نے حمیدہ کے ضبط کو توڑ دیا اور اب اسکے غصہ کا پھوڑا پھوٹا ۔ وہ کھڑی ہوگئی اور اسنے غضبناکی کی حالت میں یہ کہا اے طبیب بہتر ہے آپ یہاں سے تشریف لیجائیں ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا ۔

یہ حالت دیکھکر طبیب کی آنکھیں کُھلیں اور وہ سنّاٹے میں ہوکر یہ گویا ہوا حضرت بیگم صاحبہ آپ خفا نہ ہوں جو کچھ مَیں نے کہا وہ نہایت بیخودی کی حالت میں کہا میرا دل میرے قابو میں نہیں ہے ۔ خیر اگر آپ سچّی محبت اور الفت سے بُرا مانتی ہیں تو مَیں توبہ کرتا ہوں ۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مَیں دل کے ساتھ کیا کروں یہ کمبخت نہیں مانتا اگر صرف آپ کی یاد سے میرا دل خوش رہے اور مَیں بھی کوشش کروں کہ اسے خوش رکھوں لیکن ان آنکھوں کو کیا کروں کہ جو آپ کے دیدار کی تشنہ ہیں ۔ ؎

فرض کردم کہ زیاد تو دلم خورسند است لیکن ایں دیدۂ دیدار طلب را چہ علاج

عین الیقین کے اس جواب نے اور بھی عصمت پناہ ملکہ کے دل کو غصہ کی آگ سی بھڑکادیا اور اسنے اپنی جان نثار خواصوں سے کہا کہ اسکو دھکے دیکر نکال دو اور اسکی خلعت وغیرہ سب چھین لو ۔ صرف اشارہ کی دیر تھی کہ طبیب صاحب دروازہ کے باہر دکھائی دیئے

ع پا بدست دگرے دست بدست دگرے ✣ نتیجہ یہ ہوا کہ عین الیقین کی ناواجب کوشش نے اسے جیلخانہ ہی میں مار ڈالا ۔ چونکہ اس واقعہ کو زیادہ طول سے بیان کرنا

مقصود نہیں ہے اسلیئے یہاں ہی پر ختم کیا جاتا ہے۔
حمیدہ بانو بیگم نے اپنی کتاب "تیمور کی فتوحات ہند میں" اس بات کا اشارتاً تذکرہ کیا ہے اور وہ افسوس ظاہر کرتی ہے کہ اگر شیخ اپنی حالت میں رہتا تو یہ کبھی نہوتا کہ اسکی یوں جان جاتی۔ بس زیادہ ذکر نہیں لکھا۔ سب سے زیادہ مشہور واقعہ حمیدہ بانو بیگم کا قید ہونا ہے۔ جس کا بیان ٹوٹے ہوئے الفاظ میں خود اس خاتون نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اس واقعہ سے یہ نہیں کھلتا کہ آیا یہ سانحہ کب گذرا اور کب پیش آیا لیکن ہاں انداز سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب تیمور نے انتقال کیا ہے اور جلال الدین میران شاہ نے تخت سلطنت پر قبضہ کیا ہے تو ایک مہم پر میران شاہ کے ساتھ حمیدہ بانو بیگم کے جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ سوای مسٹر ہاربرٹ کے انٹروڈیکشن کے اور کہیں لکھا ہوا نہیں معلوم ہوتا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ظہور کچھ نہ کچھ ضرور ہوا اور ایک بڑی بات ثبوت کی یہ بھی ہے کہ حمیدہ بانو بیگم نے اپنی کتاب میں اختصار سے لکھا ہے چونکہ ہمیں یہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے اسلئے اُس کا اختصار سے بیان لکھا جاتا ہے۔
مسٹر ہاربرٹ اپنے انٹروڈیکشن کے صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں جب حمیدہ بانو بیگم نے دیکھا کہ میرا سوتیلا بیٹا تخت سلطنت پر بیٹھا ہے ایسا نہو کہ میری آزادی میں فرق آوے اس لئے اس سے رخصت طلب کی چونکہ میران شاہ ایک متین اور سنجیدہ سلطان تھا اسنے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اپنی اولوالعزم ماں کو باپ کے مرتے ہی اپنے پاس سے جدا کروں بھلا لوگ مجھے کیا خاک کہیں گے اور مختلف ممالک میں کسی قدر بے عزتی ہوگی۔ جب میران شاہ نے اپنی سنجیدہ اور ہر دلعزیز سوتیلی ماں کو اس بات پر آمادہ دیکھا تو دست بستہ یہ گویا ہوا یعنی آپ کو اختیار ہے کہ آپ مجھ سے علیحدہ ہوکر رہیں لیکن حضرت جنت آشیانی کی آنکھیں بند ہوتے ہی اگر آپ مجھ سے جدا ہو جائیں گی تو مجھے مختلف خفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور مجھے منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اسلیئے بہتر یہ ہے کہ آپ کچھ دن اور گذاریئے اور پھر جہاں آپ کا جی چاہے گا رہیئے گا۔ حمیدہ بانو ایک خلیق اور مروت والی خاتون تھی اس کا مزاج دھیما اور سمویا ہوا تھا۔ جب تک کسی بات کے آیندہ اور گذشتہ نتائج کو نہ سمجھ لیتی تھی کبھی عمل کرنے کے لئے مستعد ہوتی تھی

اس نے میراں شاہ کی اس عرض کو بہت غور سے سُنا اور اس بات کی تہ تک پھونچی آخرایک بڑی سکوت کے بعد یہ جواب دیا میراں شاہ گو تو میرا سوتیلا بیٹا ہے لیکن تیری سعادتمندی سے مجھے تجھ سے سگوں سے زیادہ محبت ہوگئی ہے گو اب میرا دل تخت سلطنت کے ساتھ ہمرہانی کرتے کرتے بھر گیا ہے لیکن تیری خاطر مجھے منظور ہے اسلئے میں تیری درخواست قبول کرتی ہوں۔

یہ سُنکر وہ بہت خوش ہوا اور میراں شاہ نے اپنی مہربان ماں کے قدموں پر بوسہ دیا کئی مہینے اس بات کو گذر گئے - اسی اثنا میں میراں شاہ کو خبر آئی کہ ہانگ کانگ ٹی جی کیگ صوبہ چینی سرحد کا باغی ہوگیا - تیمور کو اسکے فتح کرنے میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اور جب تک اسنے پوری قوت نہ صرف کردی فتح نصیب نہ ہوئی علاوہ دشوار گذار گھاٹیوں اور دلدل کے اسکے پاس فوج کی بھی بڑی کثرت تھی یہ خبر کسیقدر میراں شاہ کو گھبرا دینے والی تھی - وہ سخت متردد ہوا کہ میں کیا کروں اگر حملہ نہیں کرتا اور اسکو اسی کی حالت میں رہنے دیتا ہوں تو اور صوبوں کو بھی یہ ایک نظیر ہو جائے گی اور جو چڑھائی کرتا ہوں اور ناکام رہا تو مرجانا پڑیگا اسلئے شکست کی حالت میں شہنشاہ کا اپنے دارالخلافہ میں واپس پھرنا واجب ہے چنانچہ اسی فکر میں حمیدہ بانو بیگم کے پاس گیا اور جو کچھ کیفیت تھی سب بیان کردی - اور استدعا کی کہ آپ مجھے کچھ صلاح نیک دیں کہ میں اس معاملہ میں کیا کروں - حمیدہ بیگم نے اس بات کو خوب سوچا اور پھر کہنے لگی یہ کچھ فکر کی بات نہیں ہے پہلے تو ایک فرمان سلطانی اس صوبہ کے نام بھیجدو اور اسکو اپنی گذشتہ فتوحات اور حال کی شان وشوکت سے اطلاع دو اور یہ لکھو اگر تونے اطاعت منظور کرلی تیری سابق شوکت بجا رہے گی اور جو تونے بغاوت اور سرکشی پر کمر باندھی تو اپنے باپ سے زیادہ میں تجھے تباہ و برباد کردوں گا۔

اتنے میں خط پہونچے گا اور پھر جواب آئیگا اس عرصہ میں تم بخوبی جنگ کا اتار چڑھاؤ دیکھ سکتے ہو اور اپنی فوجوں کو بخوبی تیار کرسکتے ہو اور رسد کا بھی بخوبی سامان ہو سکتا ہے میراں شاہ کو یہ نصیحت اور نیک صلاح اپنی سوتیلی ماں کی اچھی معلوم ہوئی بہت خوش ہوا اور اُسی وقت اپنی ماں کے ہی آگے بیٹھکر مسودہ کیا اور اپنی ماں کو دکھاکر روانہ کیا - چھ مہینے اسکے جواب آنے تک صرف ہوئے اس عرصہ میں میراں شاہ نے

اپنی فوج کا بخوبی سامان کر لیا اور صرف جواب کا منتظر رہا جس وقت جواب آیا ہے اور اسنے دیکھا کوئی بات ایسی نہ پائی گئی کہ جس سے صلح کی جاتی خط کے الفاظ سخت اور کرخت تھے گو ہانگ کانگ والا جنگ پر بخوبی آمادہ نہ تھا لیکن پھر بھی یہ بات تھی کہ وہ جواب نہایت مغرورانہ صورت میں دیا گیا تھا - اب میراں شاہ نے یہ استدعا کی - میں اس عرض کرنے کی مجال نہیں پا سکتا کہ میں حکماً آپ سے کسی امر کی درخواست کروں کہ یہ کیجے ہاں عاجزانہ طور پر معروضہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ اس جنگ میں میرا ساتھ دیں گی تو مجھے بہت مدد ملیگی علاوہ اسکے کہ آپ تجربہ کار ہیں یہ بھی ہے کہ کوئی فوجی یا سول افسر ایسا نہیں ہے کہ جسپر مجھے بھروسہ ہو اور میں اپنے دل کی بات اس سے بیان کر سکوں جب آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیں گی تو نصف لشکر آپ کی سرکردگی میں ہوگا اور دوسرا نصف میری کمان میں ہوگا باقیماندہ چھوٹے چھوٹے دستوں پر اور ماتحت افسر موجود ہی ہیں -

یہ سُنکر حمیدہ بانو سوائے ہاں کے اور کیا جواب دے سکتی تھی اگر اپنا سگا بیٹا ہوتا تو اسے ہر طرح سے راضی کر سکتی تھی اور اب معاملہ آپڑا سوتیلے بیٹے کا کیا کرے مجبوراً راضی ہوگئی حمیدہ بانو جنگ کے اُتار چڑھاؤ بارہا دیکھ چکی تھی جو مصیبتیں اور آفتیں گذرتی ہیں وہ بھی بخوبی معلوم ہوگئی تھیں - تیروں کی سائیں سائیں کی جگر خراش صدائیں اور تلواروں کی خچاخچ کی جان کھونے والی ہیبت ناک آوازیں یہ سب سُن چکی تھی -

قصہ مختصر یہ کہ پچاس ہزار لشکر کی سرکردگی میں روانہ ہوئی -

گو حمیدہ کی طبیعت میں وہ جوش جو امیر تیمور کے سامنے تھا نہ رہا تھا مگر پھر بھی اپنے مستقل ارادہ اپنی عالی حوصلگی سے اسنے مستعدی سے اپنے کو اس امر پر آمادہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو اس مہم میں جوانمردی اور مستعدی کے جوہر دکھائے جائیں اور ثابت کر دیا جائے کہ سوتیلی ماں نے اپنے بیٹے کا یہاں تک ساتھ دیا اور اسکے ساتھ کیسی جان لڑادی -

حمیدہ یہ تو ضرور ہی جانتی تھی کہ خبر نہیں اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا مگر ساتھ ہی اس کے اُسے یہ علم تھا اور اس بات کا یقین بھی تھا کہ اگر یہاں فتح حاصل ہوگئی تو میراں شاہ کا سکہ تیمور سے بھی زیادہ بیٹھ جاوے گا اور جو خدانخواستہ شکست ہوتی تو یہاں سے زندہ جانا بھی مشکل - مگر اب تو یہ بات تھی ع ہرچہ بادا باد ما کشتی درآب انداختیم *

جو گھاٹیاں کہ سدّ راہ ہوئیں وہ چگتائی صوبوں کے جنوب میں تھیں۔ بظاہر یہ گھاٹیاں بہت سخت تھیں لیکن حمیدہ کی عقلمندی اور دانائی سے بہت جلد سر ہوگئیں اور آخر سفر کرتے کرتے ہانگ گانگ کا فاصلہ کوئی ساٹھ میل کا رہ گیا یہاں فوج نے قیام کیا۔ پانچ چھ دن تک فوج کو آرام دیا گیا۔ پھر حمیدہ بانو بیگم نے فوج کے ستائیس ٹکڑے کئے اور ان کو چار مختلف طرفوں سے روانہ کیا ایک کے پیچھے ایک دوسرا دستہ روانہ ہوا اور اسنے حکم کیا کہ جنگ کے وقت صرف ایک ایک دستہ تین تین گھنٹے لڑے اور بعد ازاں دوسرا دستہ اسکی جگہ کام کرے اور کئی جانب سے ہانگ کانگ پر حملہ کیا جائے۔

غرض یہ سارا انتظام کر کے روانہ ہوئی۔ کل فوج کا انتظام اور سر کردگی اسنے اپنے ہاتھ میں لی اور میراں شاہ کو صوبے کونہ پر کھڑا کیا کہ بیرونی مدد صوبہ کونہ پہونچنے پائے یہ باتیں اور انتظام روشن دماغی حمیدہ بانو بیگم کی مورخوں سے زبردستی تعریف کراتی ہے۔

۱۳۶۱ء ماہ نومبر کو تین بجے شب کے حملہ آور ہوئی یہ حملہ جانب شرق کیا گیا تھا اسوقت حمیدہ اپنے اژدھا پیکر گھوڑے کو تھامے ہوئے حملہ آوروں کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی چینی فوج نے ہرچند مقابلہ کیا لیکن پھر بھی شرقی جانب شکست ہوئی اور حمیدہ کا ڈنگن پر قبضہ ہوگیا۔ شمال جانب جس دستہ نے حملہ کیا تھا اُسے شکست ملی اور وہ سخت ہزیمت کھا کر واپس پھرا۔ جنوب و مغرب کا حملہ حمیدہ نے فوراً روک دیا۔ کیوں کہ مقام بہت سخت تھا اور اُسے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ اگر تین جانب سے اول ہی حملہ میں فوج نے شکست کھائی تو سپاہیوں کا دل چھوٹ جائیگا اور پھر مدت تک مقابلہ کرنا مشکل ہوگا۔

گو حمیدہ کے ایک دستہ کو شکست ہوئی تھی مگر مخالفین سخت پریشان ہوگئے تھے اور خوف کے مارے ان کے دل ہل گئے۔ ڈنگن نے مخالفین کے پیر اکھیڑ دیئے مگر پھر بھی چوچاؤ نے نہایت ہوشیاری کی اور خود جنگ پر آمادہ ہوا۔ چوچاؤ گو نوجوان تھا لیکن پھر بھی تدبیریں پیروں کو مات کرتا تھا۔ اپنے شہر کے اور پہلوؤں کو مضبوط کر کے اسنے اپنی انجمن میں بیٹھکر کہا کہ مجھے کھانا پینا حرام ہے اگر میں کل ڈنگن کو نہ لوں۔ کیونکہ ہمارے دست تصرف سے ڈنگن کا نکلجانا اول ہی ہمیں صدمہ پہونچاتا ہے اور ہمارے افسروں کے

اور کچھ دل ہو گئے ہیں - یہ خبر حمیدہ کو پہونچی کہ چو چاؤ کا ارادہ ڈنگن کے واپس لینے کا پورے طور سے ہے - یہ بھی مستعد ہو گئی اور اسنے اپنی پوری قوت کا زور ڈنگن پر دیدیا حمیدہ کو معلوم تھا کہ صرف اسی پر ہماری آیندہ شکست و فتح منحصر ہے -

یہاں پورے دس ہزار سوار اور تین ہزار پیدل تھے مورچے بندی خوب استواری سے کرلیگئی ۸ ر نومبر سنہ و ماہ مذکور کو پانچ بجے نقارہ پر چوب پڑی - یہ صحیح ہے کہ چینیوں کا سامان جنگ ان کی نسبت اچھا نہ تھا مگر پھر بھی ان کے پرانے قوانین جنگ میں ایک یہ بڑی بھاری قید تھی کہ جب کوئی افسر چینی جنگ پر چڑھے تو اُسے فرض ہے کہ کیا تو وہ فتح کرے اور کیا وہیں جان دیدے - اسکو حکم نہیں ہے کہ وہ شکست کھاکر زندہ واپس آئے - پہلے ایک پلٹن چینیوں کی جنگی ڈاڑھی مونچھیں مطلق نہ تھیں تیر برساتے ہوئے حمیدہ کے دستہ پر بڑھے - حمیدہ ایک بلند ٹیلہ پر کھڑی ہوئی سیر دیکھ رہی تھی گیارہ سو باڈی گارڈ اسکے ہمراہ تھے - حمیدہ نے کچھ اشارے مقرر کردیے تھے جن سے وہ اپنے افسروں کو بتاتی جاتی تھی کہ یہ کرو اور یوں بڑھو اور یوں ہٹو - یہ دستہ چینیوں کا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا - مگر ابھی حمیدہ کے دستہ کو ان کے افسر نے تیر مارنے کا حکم دیا - یہ دستہ کمانے تانے ہوئے کھڑا تھا جب وہ دستہ چینیوں کا بہت قریب آگیا تو اس دستہ نے ایک وار کیا اور پھر پیچھے ہٹ گیا - چینیوں نے یہ سمجھا کہ شاید ان کے قدم اکھڑ گئے - وہ بیجا با اور بھی آگے بڑھے بس ان چینیوں کا ان کی زد ہی پر آنا آفت تھا حمیدہ کے دستہ نے کھیرے ککڑی کی طرح چینیوں کو کاٹ ڈالا - حمیدہ پُرشوق نظروں سے اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی جب اسنے اپنے سپاہیوں کی یہ جاں بازی دیکھی تو ایک زور کی صدا میں یہ کہا شاباش اے بہادرو شاباش -

جب ایک دستہ بالکل صاف ہو گیا تو خوفناکی سے برہنہ تلواریں لیے ہوئے دوسرا دستہ بڑھا مگر یہ ہوشیار تھا اور اپنی حد سے آگے نہ بڑھا تھا - گھڑی بھر کامل جنگ ہوتی رہی آخر حمیدہ ٹیلے پر سے اُتری اور جو دستہ اتنی دیر سے لڑ رہا تھا اُسے ہٹایا اور دوسرا تازہ تازہ دم دستہ اسکے مقابلہ میں لے آئی شاید دس منٹ تک تو لڑتی رہی پھر اسنے ایک ایسا اشارہ کیا کہ وہ تیزی میں پیچھے ہٹ گیا گویا وہ بھاگتا ہے - اس چال نے پھر چینیوں کے دوسرے دستہ کو بھی دھوکے میں ڈالا اُنھوں نے تعقب کرنے کے ارادہ میں اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور حمیدہ کی زد پر آگیا - پوری باڈی گارڈ کی قوت سے اس دستہ حمیدہ پل پڑی

اور بارے تلواروں کے اسکو بھی فنا کردیا۔

پھر چینیوں نے سہ پہر تک کوئی حملہ نہ کیا نہ حمیدہ نے مناسب جانا کہ خود حملہ آور ہو۔ کیونکہ یھہ نہایت تجربہ کار تھی اور جنگ کے اُتار چڑھاؤ بخوبی جانتی تھی اسنے میراں شاہ اپنے سوتیلے بیٹے سے مشورہ کرکے یہ قرار دے لیا تھا کہ جب تک مخالفین حملے کرتے کرتے نہ تھک جائیں اور خوب تنگ نہ ہو جائیں ہم خود کبھی حملہ آور نہ ہوں۔ جب پورے سہ پہر کے تین بجے تو چوچاؤ نے اپنے ساٹھ ہزار فوج کو سمیٹ کر حملہ کیا۔ گو حمیدہ اپنی جگہ پر مستعد کھڑی ہوئی تھی لیکن پھر بھی چوچاؤ کے زبردست حملے نے حمیدہ کے لشکر کے پیر اُکھیڑ دیئے۔ اور آن کی آن میں ڈنگن کا پہلا دوسرا مورچہ اُسکے قبضہ میں آگیا۔ تیسرا مورچہ بھی اسی جوش میں فتح ہو گیا مگر چوتھے مورچہ پر حمیدہ نے مضبوطی سے قدم جمائے اور سینہ سپر ہوکر جواب دینے لگی تین گھنٹے کامل مقابلہ کرتی رہی جب شام ہو گئی تو چوچاؤ نے جنگ کے موقوف کرنے کا حکم دیا چونکہ ابھی حمیدہ کو اپنی حالت بہت کچھ درست کرنی تھی اسلیئے اسنے بھی موقوفی جنگ منظور کرلی۔

چوچاؤ نے جو کچھ ارادہ کیا تھا گو وہ سب پورا نہوا لیکن پھر بھی اسنے ڈنگن کا نصف حصہ فتح کرلیا میراں شاہ کو اس شکست سے اتنا صدمہ نہ ہوا جتنا کہ حمیدہ کو افسردگی ہوئی۔ حمیدہ کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگی تہیں اور وہ سخت متردد تھی کہ یہ تین مورچے کیوں کر ہاتھ آئیں گے۔ ادھر تو حمیدہ نے اپنے مستقل ارادہ کی جی ہی جی میں قسم کھائی کہ کیا تو اپنا فیصلہ کردوں اور کیا ان تینوں مورچوں کو چوچاؤ سے چھین لوں اور چوچاؤ اپنے دربار میں قسمیہ کہہ رہا تھا کہ باقیماندہ حصہ کل اور بھی فتح کرلوں گا۔

یہ ایک زبردست کشمکش تھی جو باہم ہو رہی تھی۔ بارہ ۱۲ بجے میراں شاہ کو بلایا اور جو کچھ کیفیت جنگ تھی صاف صاف بیان کی اور تمام اُتار چڑھاؤ لڑائی کے دکھائے۔ میراں شاہ حمیدہ کی اس دلیری اور استواری پر عشعش کرنے لگا اور کہا اگر آپ حکم دیں تو میں دوسری جانب سے حملہ آور ہوں تاکہ چوچاؤ کا وہ زور گھٹ جائے جو آپ کے مقابلہ میں صرف کرنا چاہتا ہے۔ حمیدہ نے یہ منظور کرلیا اور جو کچھ بتانا تھا سب باتیں سمجھادیں اور تمام ترکیبیں اور تدبیر بتادیں۔ رات بھر حمیدہ ذرا بھی نہ سوئی اور اپنی فوج کے انتظام اور مورچوں کی مضبوطی میں اپنا آرام کا وقت صرف کردیا۔

صبحکو پھر چوچاؤ نے جاکر چوتھے مورچہ پر حملہ کیا اور یہ حملہ اس کا روز گذشتہ سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ ایک گھنٹہ کامل حمیدہ نے مقابلہ کیا۔ مگر پھر بھی کچھ فتح کے آثار نہیں معلوم ہوئے آخر میراں شاہ نے ہزار سواروں سے مفتوحہ مورچوں پر جاکے دوسری جانب سے حملہ کیا۔ اور وہاں اپنے لشکر کی قوت صرف کی۔ جب یہ خبر چوچاؤ کو پہونچی تو اُسے سخت پریشانی ہوئی اور وہ اپنے سرداروں کے سپرد یہ چوتھا مورچہ کرکے آپ میراں شاہ کیطرف بڑھا اور للکار کر کہا کہ یہ شایان جوانمردی نہیں ہے کہ دھوکے میں دوسری جانب حملہ کرو اگر کچھ مردی ہے تو مقابلہ میں آکر کیوں نہیں لڑتے میراں شاہ نے اسکی اس غیر نتیجہ کا کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی سے اپنی فوج کو لڑائے چلا گیا۔

یہاں حمیدہ نے اچھا موقعہ دیکھا اپنی پوری قوت سے بذات خود مورچہ پر حملہ آور ہوئی۔ اور کوئی پندرہ ہی منٹ میں مورچہ کو لے لیا۔ پھر تیسرا مورچہ آسانی سے قبضہ میں آگیا اور جب دوسرے مورچہ پر حملہ آور ہوئی تو میراں شاہ کے ساتھ شریک ہوکر چوچاؤ کو جنگ سے ہٹانے کی صلاح کی۔ یہ جنگ سخت گھمسان کی تھی۔ نہ تیر ترکشوں میں رہے تھے اور نہ گھوڑے رانوں کے نیچے تھے۔ نہ کسیکو اپنے گھوڑے کی خبر تھی اور نہ یہ معلوم تھا کہ ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ چوچاؤ کو مجبوراً ہٹنا پڑا اور یہ مورچہ بھی حمیدہ کے ہاتھ آگیا۔ ایک مورچہ اور رہ گیا اسکو بھی خفیف ہی سی جنگ سے لے لیا اب چوچاؤ کے قدم اکھڑ گئے اور وہ قلعہ میں محصور ہوگیا۔ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ نہ حمیدہ بانو کی عاقلانہ تدبیر نہ بہادری نہ میراں شاہ کی دور اندیشی نہ فوج کے خونخوار حملوں کے جھٹکے کام آئے۔ کامل چار مہینے تک محاصرہ رکھا اور کچھ نتیجہ نہ نکلا یہیں تیمور کو بھی مصیبت پڑی تھی آخر ایک دن جب میراں شاہ پورے طور سے مجبور ہوگیا تو اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ آپ جو کچھ حکم ہو وہ کیا جائے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا اگر واپس پھرتا ہوں تو اپنے ایران کے دار الخلافہ میں جاکر کیا مُنہ دکھاؤ نگا اور جو یہیں پڑا رہتا ہوں تو کچھ نتیجہ نکلتا نہیں معلوم ہوتا۔ حمیدہ خاموش تھی کہ کیا جواب دے کیونکہ ابھی اسکی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا تھا۔ کئی دن تک میراں شاہ کی اسبات کا کچھ جواب نہ دیا۔ قسم قسم کے ہر جانب نقشے بنائے اور میراں شاہ کو دکھائے مگر کوئی نقشہ ٹھیک نہیں آیا۔ مختلف تاریخوں کے ورق اُلٹ ڈالے کہ شاید کوئی احسن تدبیر نکل آئے۔ آخر ایک بات

بہت مشکل سے سمجھ میں آئی اور وہ یہ تھی کہ بھیس بدل کر عیّاری کے طور پر یا بذریعہ سفارت روانہ ہو اور اگر ممکن ہو تو وہاں کچھ جاکر کارروائی کیجائے۔ شاید کہ ہمیں بعینہٖ برآرد پروبال عنقا گردد۔ رات کو میراں شاہ سے تنہائی میں یہ مشورہ کیا کہ میرا ارادہ پیغامبری میں جانیکا ہے یا اگر ممکن ہو تو میں تاجر بنکر جاؤں اور پھر کوئی نتیجہ نکلے۔ ان دونو تدبیروں پر حمیدہ کو اطمینان نہ تھا نہ دل یہ گواہی دیتا تھا کہ یہ تدبیریں چل ہی جائیں گی۔ کیونکہ اسنے کبھی نہ یہ عیاریاں کیں اور نہ یہ چالاکیاں اور فطری طور پر وہ ان باتوں کو ناپسند بھی کرتی تھی مگر ضرورت تھی کیا کرتی آخر ناچار یہ مشورہ قرار پایا کہ حمیدہ قاصد یا ایلچی بنکر جائے اور چوچاؤ سے معاہدہ کرکے واپس پھرے یہ ظاہر ہے کہ جب محاصرہ کرنے والے اکتا گئے تھے محصورین پر کیا نوبت ہوگئی چوچاؤ بھی دق ہوگیا تھا اور اسکی بھی یہ مرضی معلوم ہوتی تھی کہ کسی طرح سے صلح ہوجائے اور میراں شاہ یہاں سے محاصرہ اُٹھاکر چلدے۔ آخر کار حمیدہ ایلچی بنکر میراں شاہ کی طرف سے روانہ ہوئی۔

حمیدہ کا جو کچھ مشورہ میراں شاہ سے ہوا اسکی ٹھیک کیفیت نہیں معلوم ہوئی کہ وہ کیا باتیں کرکے گئی تھی۔ خیر جوں ہی یہ چوچاؤ کے دربار میں پہونچی اور اس سے دلیرانہ برجستہ تقریر کی وہ چوکنا ہوا اور اُسنے بیجا با کہا کہ اے ایلچی تو ضرور کوئی شاہی خانداں میں سے ہی ورنہ یہ معمولی ایلچی کا مقدور نہیں ہے کہ وہ بیباکانہ کلمے میرے عالیشان دربار میں کرے۔ جبتک تو اپنی اصلی حالت سے مجھے آگاہی دیگی یہ محض ناممکن ہے کہ میں تجھے جانے دوں۔ یہ سنکر حمیدہ کے اوسان باختہ ہوئے اور وہ سمجھ گئی جس ارادہ سے میں آئی تھی اسپر تو پانی پھر گیا اب خدا جان بچائے۔ ہر چند کوشش کی اور اپنی منطقی تقریر کے پیرایے میں لپیٹنا چاہا مگر وہ داؤں میں نہ آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہ گرفتار ہوگئی۔ سات آدمی اسکے ساتھ اور تھے وہ بھی گرفتار ہوگئے مگر واہ رے چالاک اور عقلمند خاتون ذرا بھی معلوم ہوا کہ یہ عورت ہے آناً فاناً میں یہ وحشت اثر خبر میراں شاہ کو پہونچی کہ تمہارا ایلچی گرفتار ہوگیا۔ میراں شاہ کی حالت یہ خبر سُنکر قابل رحم ہوگئی تھی وہ کلیجہ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا اور دو ڈھائی گھنٹے تو یونہیں سکتہ میں بیٹھا رہا اہل دربار کو رخصت کردیا اور اپنی والدہ ماجدہ پر خون کے آنسو رونے لگا۔

مسٹر ہابرٹ اپنے انٹروڈکشن میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ خبر نہیں حمیدہ کس ارادہ سے ایلچی بنکر گئی تھی یا کچھ اور قصد ہوگا مگر افسوس یہ ہی کہ یہ بہادر شجاع خاتون اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوئی ہے یہ نظارہ قابل دید ہی کہ ڈیڑھ مہینے قید رہکر کمند کے ذریعہ سے قلعہ کی منار سے کودی اور پھر اتنوں کو قتل کیا اسکے فرار ہونیکی پوری کیفیت نہیں معلوم ہوئی۔ چار آدمی راہ میں مرگئے اور تین ساتھیوں کو

زندہ لیکر اپنے لشکر میں آگئی - ماہ اگست میں جو جائے قید ہوگیا اور یہ فتح حمیدہ بانو بیگم کے نام لکھی گئی گو قید خانہ میں جسکو دوزخ ہی کہنا چاہیئے اس شجاع خاتون نے بڑی بڑی سختیاں اُٹھائیں مگر اس عرصہ میں اسنے قلعہ کی اندرونی کیفیت سے پُوری پُوری آگاہی حاصل کرلی -

مسٹر ہاربرٹ فرانسیسی مورخ اپنے انٹروڈکشن میں تحریر کرتے ہیں کہ جبتک حمیدہ قید میں رہی قلعہ کی کیفیت قلمبند کرتی رہی اور ہر سمت کے نئے نئے نقشے بناتی رہی کیونکہ اسنے میراں شاہ کو ہانگ کانگ کے بہت سے مفید نقشے بنا کر دیئے تھے -

مسٹر ملیک صاحب لکھتے ہیں کہ حمیدہ بانو بیگم کا انتقال قسطنطینہ میں ہوا تھا مگر مسٹر جانسن جزیرہ ٹونس میں بتاتے ہیں - اسکی خاص تصنیف کوئی اس امر کی شہادت نہیں دیتی اسلیئے ہم اسپر زیادہ بحث نہیں کرتے ہاں سنہ وفات میں دونو مورخ متفق ہیں یعنی ۱۴۳۵ء میں اسکا انتقال ہوا - جسوقت اس بیگم کا انتقال ہوا ہی تو اسکے پاس کچھ نہ تھا - صرف ایک کتب خانہ تو بہت بڑا تھا اور زر و جواہر سے کچھ نتھا اسنے اپنی وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ یہ کتب خانہ وقف ہے صرف گورنمنٹ سے یہ التجا ہے کہ اسکے بندوبست کے لیئے آدمی متقرر ہو جائیں تاکہ کتابیں ضائع نہ ہونے پائیں اور ہر طالبعلم بآزادی کتب خانہ میں بیٹھکر کتابوں کا مطالعہ کرسکے - پونے دو لاکھ کتابیں ہر قسم کی اسکے کتب خانہ میں تھیں بہت چمڑے پر سُنہری حرفوں میں بھی لکھی ہوئی تھیں اور اکثر لوہے اور تلبنے کے پتروں پر کتبے مرقوم تھے - علم ہیئت اور تاریخ کی کتابیں بہت تھیں - جو تنخواہ سلطنت سے اسے ملتی تھی وہ سب کتابوں کی خریداری میں صرف ہوگئی تھی اگر اسکا انتقال نہ ہوتا تو یہ ضرور تمام دنیا کی سیر کرتی - پوری ۶۱ برس کی عمر میں زندگی کا رستہ یہ پُورا طے کرچکی تھی کہ معمولی بخار نے اسے راہ فنا گامزن ہونے پر مجبور کیا - تین دن کے بخار نے اسکی مظلوم جان کو اپنی بیرحم اور قاتل مٹھی میں دبا لیا اور پھر نہ اطباے حاذق کے علاج نے کام کیا اور نہ طبیعت کی قوت نے مرض کو دفع کیا -

یہ ہانگ کانگ کا مختصر واقعہ آخر میں اسلیئے تحریر کیا ہے کہ اس واقعہ کا بیان سوا ے مسٹر ہاربرٹ کے انٹروڈکشن کے اور کہیں اسکا پتہ نہیں ملتا اسلیئے مسلسل حالات کے سلسلہ سے اسے علحدہ کرلیا ہے - خاتون کی زندگی کے جتنے حالات ہیں سب نتیجہ خیز ہیں - ان سے ہم بڑی بڑی زبردست نصیحتیں نکال سکتے ہیں اور ہماری بہنیں ایسے ایسے حالات پڑھکر اولوالعزم عالی حوصلہ عقلمند اور خلیق بن سکتی ہیں -

(امیر تیمور کی دوسری بیگم)

امپریل یا مسیحی بانو بیگم

مسیحی بیگم جو اوّل اوّل تیمور کی بہت چاہیتی تھی شہر اٹلی میں سنہ ۱۳۵۲ء پیدا ہوئی تھی اس شہر کو اب لگنی کہتے ہیں اور اسی نام سے یہ زیادہ مشہور ہے اسکی دادی این ٹونیا نامی نے اسے تعلیم دلوائی تھی۔ کیونکہ بدقسمتی سے جب اسکی عمر پوری تین برس کی بھی ہنوئی تھی اسکی شفقت بھری ماں کا انتقال ہوگیا تھا۔ البرمیریل کی دادی اپنی پوتی کو خوفناک نگاہوں سے تکتی تھی اور شب و روز اس سے خائف رہتی تھی کہ دیکھیئے یہ لڑکی بھی اپنی ماں پر جاتی ہے یا اس سے متضاد خصلت کی ہوتی ہے کیونکہ میریل کی ماں نہایت مغرور اور شیخی باز تھی اسمیں کینہ اور حسد کی قوت بھی بہت تھی اسلیئے اسنے اپنی جان دیدی جہاں اپنے سے زیادہ دولتمند لیڈی کو دیکھا اور جلکر خاک ہوگئی۔ کہ مسیحی بانو کی دادی ہمیشہ دُعا مانگتی رہتی تھی کہ خدا اس کی حالت اچھی کرے۔ غرض تیرہ برس عمر میں اسکی شادی ڈومی ٹی الیس سے ہوئی اس سے ایک بچہ نیرو نامی بھی پیدا ہوا۔ لیکن چند مہینے کا ہوکر مرگیا۔ اسکی عادتیں لگائی بجھائی کی بہت خراب تھیں۔ اپنی اسی زہریلی اور ناکارہ طبیعت سے ایک دن اسکی اپنے بھائی کالی گولا نامی سے تکرار ہوئی یہانتک طول کھینچا کہ عدالت میں مقدمہ گیا اور اُس خاتون کو سزا ملی۔ یہاں سے یہ اطالیہ چلی آئی۔ اور پھر دوسرا نکاح ایک سلمان سے کیا۔ چونکہ اسکی عادت لڑنے جھگڑنے کی بہت بُری تھی اسلیئے یہاں بھی ان بن ہوئی اور پھر یہاں سے یہ مختلف ملکوں میں ہوتی ہوئی قاہرہ کیطرف آتی تھی کہ رستہ میں قزاقوں نے گرفتار کرلیا اور ان سے یہ کسی اور واسطہ سے تیمور لنگ کے ہاتھ پڑگئی تیمور اسکی خوش وضع اور ابھرا ہوا جوبن دیکھکر فریفتہ ہوگیا اور اسنے فوراً اسے اپنی بیوی بنانا چاہا۔ گو اسکی باطنی بدصورتی تو ایسی تھی کہ اگر تیمور کو پہلے سے آگاہی ہوجاتی تو وہ کبھی نہ قبول کرتا مگر اسکی ظاہری دلفریب اداؤں اور فطری کرشموں نے تیمور کا دل اپنے اوپر مائل کیا۔ اسکی آنکھوں میں گویا کسی نے موتی کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے اعضا سڈول تھے۔ رنگت صاف اور لطیف تھی غرض جتنی باتیں کہ ایک حسین کو لازم ہوسکتی ہیں وہ سب اس میں موجود تھیں۔ (ہمہ عشوہ ہمہ غمزہ ہمہ ناز) محل میں آتے ہی تیمور نے اس بیگم کو مسیحی بانو بیگم کا خطاب عطا کیا۔ کل جدید لذیذ کا مضمون تھا۔ تیمور کی سب سے زیادہ چاہیتی بیگموں میں سے گنی گئی۔ پہلے پھل تیمور کی توجہ اسپر بہت

مائل رہی اور یہ صرف زیادہ محبت اور توجہ کا ہی سبب تھا کہ تیمور نے بھی اسے مجبور نہ کیا کہ تو مسلمان ہو جا۔ تمام محل پر اسنے اپنے اقتدار اور قبضہ کے نیچے پھیلا لیئے اور سبکو اپنا مطیع بنانے کا بیڑا اٹھا لیا۔ حرمسرا میں مستورات کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگی اور وہ نئی نئی باتیں نکالیں کہ جن سے تمام حرمسرا میں تہلکہ پڑ گیا یہ ضرور نہ تھا کہ اسے مذہبی نفرت کی وجہ سے یہ حسد پڑ گیا تھا بلکہ اسکی کیفیت بھی شعر نیش عقرب نہ از رہ کین است ✢ مقتضائے طبیعتش این است ✢ حمیدہ بانو کو اس سے کچھ علاقہ نہ تھا لیکن پھر بھی مسیحی بیگم کو اسکی ناشایستہ حرکت پر سمجھاتی رہتی تھی بیسیوں خوجوں کو اسنے طرح طرح کے بہتان لگاکر نکال نکال دیا۔ جب اسکے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اسنے اسکا نام کامگار رکھا اور اسبات کا پوشیدہ پوشیدہ اعلان دینا شروع کیا کہ تیمور اسیکو اپنا ولی عہد بنائیں گے۔ مگر خدا کی شان کہ وہ تین برس کا ہو کر مر گیا اسنے محل میں ایک قیامت ڈالدی اور پھر بیگم پر شبہ ظاہر کرتی ہے کہ اسنے زہر دیا ہے حالانکہ وہ مرض سے مرا تھا۔ تیمور کوئی ناتجربہ کار اور چھچھورا لڑکا تو تھا ہی نہیں کہ اسکے کہنے سے تمام حرمسرا کو قتل کر ڈالتا تو پوشیدہ تحقیقات کرکے چپکا ہو رہا اسکا بھی ایک بڑا مقدمہ ہوا تھا جو حاذق اطبا معالج تھے انکی شہادت صادقہ نے دس پانچ بے گناہوں کی جان بچائی۔

جیسی یکایک امیر کو اسکی ظاہری حسن پر الفت آگئی تھی اسی طرح سے جلدی جلدی گھٹنی شروع ہوئی۔ اور آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ مسیحی خاتون فضول خرچ بھی لیکن اس فضول خرچی کا اثر اپنے ہی تک محدود رکھتی تھی اور کسیکو کچھ فائدہ نہ پہونچتا تھا۔

یکایک یہ مسیحی خاتون بیمار پڑی۔ تیمور کا گو دل اس سے پھرا ہوا تھا لیکن پھر بھی تیمور نے اپنے خاص طبیب حبیب آفندی نامی سے علاج کرایا ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ✢

یہ مسیحی خاتون ذہین اور طباع تھی سوائے فرانسیسی اور عربی بولی کے اور کوئی زبان نہ آتی تھی۔ فرانسیسی تو اسکی مادری زبان تھی مگر عربی بھی تھوڑی تھوڑی بولتی تھی اسے کتب بینی کا اتنا شوق نہ تھا اور جب کبھی کتاب دیکھنی کو جی چاہتا تھا تو فرانسیسی دیو جن کے پرانے قصے دیکھتی تھی۔ اسکا اکثر وقت اسی قسم کی کتر بیونت میں صرف ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ یہی تدبیریں سوچا کرتی تھی کہ میں ان خواتین کو محل میں سے کیونکر نکالدوں اور کیا تدبیر کروں جس سے ہر خاتون کی زندگی میری مٹھی میں ہو جسکو چاہوں زندہ رکھوں اور جسکو چاہوں قتل کا حکم دوں مگر وہ اپنی یہ آرزو اپنے ساتھ تابوت میں لیگئی اور نہایت ہی ذلت و خواری سے اسکا انتقال ہوا۔ نتیجہ کار بد کا بد ہے۔

تیمور کی تیسری بیگم

ارجینی یا عظمت النسا بیگم

یہ بیگم اصل میں ایک برہمن کی لڑکی تھی جب ۱۳۹۸ء میں تیمور نے ہندوستان پر چڑھائی کی ہی اور دہلی فتح کرتا ہوا ہردوار کے میلہ پر پہونچا ہے تو وہاں سے منجملہ اور باندیوں کے جو گرفتار کیگئی تھیں یہ حسین خاتون بھی تھی۔ جس زمانہ میں کہ تیمور ہردوار پہونچا ہی ہردوار کا میلہ ہو رہا تھا۔ لاکھوں آدمی جمع تھے ایسی حالت میں اسنے قتل عام کا حکم دیا۔ ہزاروں بیگناہ سر نذر ہونے لگے۔ غرض جب یہ وہاں سے واپس پھرا ہے تو لوٹ میں ارجینی بھی آئی۔ یہ لڑکی اٹھارہ برس کی عمر کی تھی۔ تیمور کا حکم تھا کہ جتنے زندہ پکڑے جاویں وہ سب میرے آگے لائے جاویں۔ اگر ان میں کچھ قابل اشخاص ہوتے تھے وہ تو اپنی ملازمت میں رکھہ لیتا تھا اور جو سرکش ہوتے تھے اُن کو قتل کرڈالتا تھا اور جو معذور ہوتے تھے انہیں کچھ کچھ دیکر چھوڑ دیتا تھا۔ چنانچہ جب یہ پیش ہوئی اور اس سے تیمور نے اسکا وطن اور حسب نسب دریافت کیا تو وہ کہنے لگی۔ میرا نام ارجینی ہے میرا ایک بھائی اور دو چچا باپ مردانگی سے تیرے لشکر کے مقابلہ میں قتل ہو گئے میں بنارس کی رہنے والی ہوں اور مذہباً برہمن ہوں میں نے بنارس کے سنسکرت کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے مجھے سنسکرت لٹریچر میں بہت بڑا دخل ہے۔ میں سنسکرت نظم بھی آسانی سے کہہ سکتی ہوں اب میں ایک قیدی طرح ہوں بس یہی میرا حال ہے جو کچھ عرض کیا۔

تیمور اسکی یہ دلیرانہ صورت اور گفتگو سنکر بہت خوش ہوا دریافت کیا کہ تیری شادی ہوگئی۔ جواب دیا کہ شادی نہیں ہوئی۔ تیمور نے حکم دیا کہ اسکو حرمسرا میں لیجاؤ اور شاہی تہذیب سکھاؤ اور کچھ اسکے حالات مفصل نہیں معلوم صرف اتنا دریافت ہوا ہے کہ اسکے ہاں تین بچے ہوئے تھے اور وہ تینوں نوعمری کی حالت میں میران شاہ کے مقابلہ میں قتل ہوئے۔

بعد ازاں یہ بھی جیلخانہ میں پھڑک کر مرگئی۔

تیمور کی چوتھی بیگم

فخر النسا بیگم

یہ صوبہ سینا کی رہنے والی شہزادی عربی تھی۔ آٹھ برس کی عمر میں اسکی والدین نے مفلسی کے سبب ایک قاہرہ کے شہزادہ سے نکاح کر دیا تھا مگر جب یہ بڑی ہوئی تو اسنے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی اور اپنے والدین سے کہا کہ میں اسکے گھر رہنا پسند نہیں چاہتی مگر انہوں نے مجبور کیا جب اسنے دیکھا کہ میرے خیالات کی کوئی تائید نہیں کرتا ناچار بھاگ کر اسکندریہ

آئی اور یہاں قاضی کے ہاں اپنے خاوند کے خلاف استغاثہ دائر کیا فوراً اسکے خاوند عمر شیخ نامی کو اطلاع
دی گئی وہ آندھی اور مینہ کیطرح سے وہاں جھپٹا۔ قاضی کے ہاں یہ مقدمہ پیش ہوا اور آخر قاضی نے
عمر شیخ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی ناراض بیوی کو طلاق دیدے۔ بڑی مشکل سے اسنے یہاں سے آزادی پائی
پھر اپنی خوشی سے اسنے ایک لفٹنٹ سے شادی کی جو خاندان امیر معاویہ سے تھا۔ تین لڑکے پیدا ہوئے مگر دو تو ناتوانی
کی غیر توجہی سے مر گئے اور ایک زندہ رہا ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ اسکے باپ کو جنگ پر جانے کا اتفاق ہوا یہاں
وہ مارا گیا اور پھر اُس یتیم بچہ کا پتہ نہ لگا جسکو وہ اپنے ساتھ لیگیا تھا فخر النسا پریشان و خستہ پھر ابوشہر میں آئی
اور یہاں سے جہاز پر بیٹھکر کراچی پہونچی۔ کراچی سے سندہ حیدر آباد دہوتی ہوئی ملتان آئی یہاں کی آب و
ہوا اُسے ناموافق ہوئی۔ پھر یہ لاہور آئی اور یہاں سے افغانی سرحدات کیطرف روانہ ہوئی۔
یہ کسی تاریخ سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ تیمور تک کیونکر پہونچی مگر ہاں چندہی روز میں یہ ممتاز بیگموں میں سے
ہوگئی۔ یہاں آتے ہی اسکی خوش قسمتی کے دن آئے۔ تیمور کی چاہیتی بیگم تھی۔ میراں شاہ نجف شاہ
آسماں جاہ یہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ میراں شاہ تیمور کے بعد سلطان بنا اور دونو بچے
بچپن ہی میں گذر گئے تھے ہاں لڑکیاں زندہ تھیں۔ افسوس ہے کہ اسکی عمر نے زیادہ وفا نہ کی اور
تیمور کے چند مہینے بعد اسکی بھی وفات ہوگئی۔ اسکا مقبرہ تاشقند میں ہے۔ اسکا برتاؤ ہمیشہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا
تھا خیرات بہت کیا کرتی تھی اور اکثر اپنے خوصوں اور تیمور کے مصاحبوں کو انعام و اکرام بھی دیا کرتی اسکا قاعدہ
تھا کہ صبحکو نماز فجر کے بعد قرآن شریف پڑھکر رویا کرتی تھی اس سے بہت خوش ہوتی تھی کہ جو روزہ نماز کی پابند
ہوتی تھی مذہب کی غرض بڑی پابند تھی چونکہ اسے مصیبتیں بہت سہنی پڑی تھیں اسلیئے بڑی تجربہ کار تھی۔
اشارہ سے بات کو تاڑ جاتی تھی اور اپنی سنجیدگی اور خلق سے اسنے اپنے بہت سے دوست بنا لیئے تھے
یہ قابل تعریف ہے کہ اسنے اپنے بچوں اور لڑکیوں کو آپ تعلیم دی تھی اور انہیں ایسا شاہانہ ادب آداب بتایا تھا
کہ بڑے بڑے مہذب عشعش کرتے تھے جب اس تجربہ کار خاتون کا انتقال ہوا ہے تو مرتے وقت اس نے
اپنے بیٹے میراں شاہ سے یہ وصیت کی تھی کہ اگر تیری بہنیں نکاح کرنا چاہیں تو انکو اپنی مرضی پر
چھوڑ دیجیو ایسا نہ ہو کہ تو انکو انکی مرضی کے خلاف مجبور کرے۔ اور اگر یہ نکاح نکرنا چاہیں اور یوں ہی
بے خاوند رہنا پسند کریں تو تو ہرگز اشارتاً بھی حکم کیجو کہ اپنا نکاح کریں۔ میراں شاہ نے اپنی
مرتی ہوئی ماں کو یقین دلایا کہ میں آپکی اس وصیت پر بدل و جان عمل کرونگا اور جہانتک ممکن ہوگا کبھی
اس حکم کے خلاف سرتابی کرنیکی مجال نہوگی۔ میراں شاہ اپنی مہربان ماں کو بہت چاہتا تھا
اور اس کی بات بات پر جان دیتا تھا۔ اسکے حکم کو حکم قضا سمجھکر عمل کرتا تھا۔

میو پریس دہلی محلہ پیپل مین باہتمام منشی بلاقید اس مالک مطبع کے شائع ہوئی نمبر ۲ سنہ ۱۸۹۸ع مہر